



حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی

لاہور ملک  
آلٹا حد  
کا دانی

پاکستان  
کاترینان

جلد: 48 | ۱۵ شعبان ۱۴۳۸ھ 12 تا 18 مئی 2017ء | شمارہ: 19

## بھارت 'افغان گٹھ جوڑ'

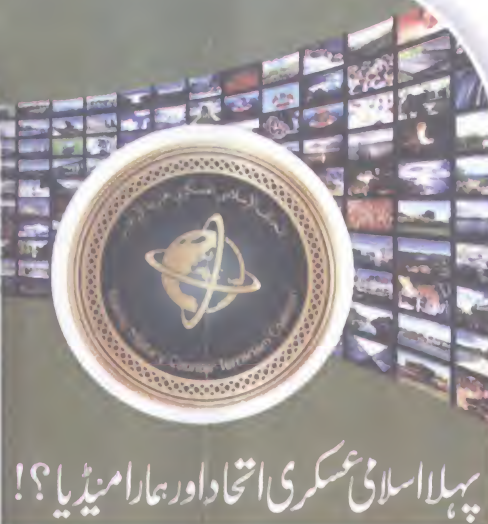
پاکستان مخالف سرگرمیوں پر طالبان ترجمان  
کے انکشاف نے مہر تصدیق ثبت کر دی

امیر محمد پرویز سنیٹر ساجد میر



## محرومین و مستضعفین

دین اسلام میں معذور اور  
ضعیف لوگوں کے حقوق!



پہلا اسلامی عسکری اتحاد اور ہمارا میڈیا؟!

## قبول اسلام



ایک خاتون کا عیسائیت  
سے اسلام تک کا سفر!



ابرو کے بال باریک کرنا.....؟!



لبے ناخن رکھنا.....؟!



کتنا پالنا.....؟!

قرآن کی  
پڑھائی



## درس قرآن

جناب پروفیسر احمد حماد

## امن، مہذب معاشرہ کی ضرورت

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَوْ كَذِبُوا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا مَّأْمُونًا يَتَخَفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ﴾ (العنکبوت: 67)  
 ”کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو با امن بنا دیا حالانکہ اس کے ارد گرد سے لوگ اچک لیے جاتے ہیں۔“

معاشرتی امن و سلامتی افراد معاشرہ کی بنیادی ضروریات میں سے ہے اور امن و امان کا ماحول انسان کو مہذب اور متمدن بنانے کا باعث بنتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس وہ معاشرہ جہاں خوف کے بادل چھائے رہیں اور امن و امان کی صورت حال مخدوش رہے اور اس کے ساتھ ساتھ افراد معاشرہ کو جہالت کی تاریکی کا بھی سامنا ہو تو وہاں لوگ تہذیب کے دائرہ سے نکل کر ایسے افعال کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں جو بحیثیت مجموعی اقوام و ملل پر اثر انداز ہوتے ہیں، کیونکہ انسان اپنی حفاظت کے لیے کسی غیر مہذب فعل کا ارتکاب کرنے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو نعمت امن سے نوازنے کا وعدہ کیا ہے جو اس کی راہ پر چلتے ہیں اور اس کی نازل کردہ شریعت پر عمل پیرا ہوتے ہیں:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ...﴾  
 ”جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کی بجا آوری کو اپنا وظیفہ بنائے رکھا اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں ضرور خلیفہ بنائے گا..... اور ان کے خوف و خطر کو امن و امان سے بدل دے گا۔“ (انور: 55)

جب مسلمان شریعت الہی پر استقامت، تعلیمات نبوی کو اپنا رہبر اور رضائے الہی کو اپنی منزل بنالیں گے اور اپنے تمام امور زندگی میں منہج اسلامی کو اپنائیں گے تبھی جا کر وہ اس وعدہ الہی کے حقدار قرار پائیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں ہر قسم کی اندرونی و بیرونی دہشت سے آزادی نصیب فرمائیں گے۔

﴿فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۚ أَلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتْلُونَ ۚ أَلَمْ يَسْأَلْنَا عَنْهُمْ إِيَّانَا أَنْ يُبَظِّلُوا وَلَدَكَ لَكُمْ ۖ أَلَمْ يَمْنُوا بَكُم ۖ لَكُمْ الْآمَنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ۝﴾ (الانعام)  
 ”ان دو جماعتوں میں سے امن کا کون زیادہ مستحق ہے۔ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے، ایسوں ہی کے لیے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔“

اسی لیے کہا گیا ہے کہ: ”امن و امان، غربت و افلاس کے غم کو کم کر دیتا ہے جبکہ ڈر اور خوف کے حالات میں مال و دولت کی ریل پیل بھی سکون نہیں دلا سکتی۔“

حکمرانان وقت کو چاہیے کہ وہ اس نعمت عظمیٰ کے حصول کے لیے ان تمام ذرائع اور اسباب کو بروئے کار لائیں جن کی طرف شریعت الہیہ ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ ان میں سب سے اہم توحید الہی کی اشاعت و ترویج اور قرآن و سنت پر عمل اور ان کی تعلیمات کا عملاً نفاذ ہے۔ یہی ایک حقیقی صورت ہے جو معاشرتی امن کو بحال کر سکتی ہے۔

## درس حدیث

جناب پروفیسر عبدالرحمن لدھیانوی

## استقبال رمضان

فرمان نبوی ﷺ ہے: [عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فَتُحْتُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، -وَفِي رَوَايَةٍ: فَتُحْتُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ- وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ -وَفِي رَوَايَةٍ: فَتُحْتُ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ-] (متفق علیہ)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔“ ایک روایت میں ہے کہ ”جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان جکڑ دیئے جاتے ہیں۔“ ایک روایت میں ہے کہ ”رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔“

آنے والے مہمان کا استقبال کرنا بڑی قدیم روایت ہے، اس سے مہمان کی بھی عزت افزائی ہوتی ہے اور میزبان بھی خوش ہوتا ہے۔ ایسے ہی اللہ کا یہ مہمان رمضان کا مہینہ جب شروع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا استقبال کرتے ہیں اور استقبال بھی اتنا عظیم کہ رمضان کی آمد کے ساتھ ہی آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں یعنی جو لوگ اس مہینے میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں ان کی عبادت قبول ہوتی ہے اور ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ چونکہ نیک اعمال آسمانوں کی طرف اٹھائے جاتے ہیں ان کے لئے اللہ آسمانوں کے دروازے کھول دیتا ہے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ ترغیب ہے بندوں کے لئے کہ اب نیک اعمال کر لو، جنت کے تمام دروازے کھلے ہیں اور جہنم کے بند ہو چکے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے یعنی وہ اپنا کام نہیں کر سکتے اور قید ہونے کی بنا پر بندوں کو گمراہ نہیں کر سکتے۔ شیطان انسانوں کو گمراہ کرنے کے درپے ہے۔ رمضان کی آمد کی بنا پر اسے زنجیروں میں قید کر دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان کے دنوں میں عبادت گزاروں کی تعداد بڑھ جاتی ہے اس لئے کہ ان کو گناہ کی دعوت دینے والے شیطان قید ہیں اور ان ایام میں اللہ کی رحمت کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں، اللہ کی رحمت عام ہو جاتی ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو آوازیں دیتا ہے کہ آ کر میری رحمت کو سمیٹ لو، اس کے باوجود جو لوگ اللہ کی رحمت اور اس کی بخشش سے محروم رہتے ہیں وہ بڑے ہی بد نصیب ہیں۔

## اسلامی اقدار حیات کی برکات!

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے اس کے نزدیک مسلمان کا قتل تو درکنار غیر مسلم کا قتل بھی کسی طرح روا نہیں ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے ”جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔“ ..... نبی اکرم ﷺ جو رحمتہ للعالمین ہیں جن کی دعوت جن کا پیغام اور سیرت طیبہ شاہد ہے کہ انہوں نے دشمنوں کو بھی معاف کر دیا اور بلا امتیاز تمام انسانوں سے ہمدردانہ برتاؤ محبت و شفقت و غنودہ درگزر رحم و رافت کا سلوک کیا۔ کیونکہ آپ خلق عظیم پر فائز ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: [اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَبَدَنِهِ] کہ ”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے۔“ ..... مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں اور وہ جسد واحد کی طرح ہیں جسم کے ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم بے چین ہو جاتا ہے۔

ذرا کمی دور کی تاریخ پر نظر ڈالیں کہ آپ ﷺ کے تیرہ سالہ دور میں کونسا ظلم و ستم ہے جس سے آپ کا واسطہ نہ پڑا ہو۔ آپ ﷺ پر پتھر برسائے گئے رستے میں کانٹے بچھائے گئے۔ قتل کی سازشیں کی گئیں مگر جب اللہ تعالیٰ نے ۸ھ کو فتح مکہ کی صورت میں غلبہ عطا فرمایا تو آپ ﷺ نے اپنے جان و مال عزت و آبرو دین و ایمان کے دشمنوں کے متعلق انتہائی رحم دلانہ اور مشفقانہ سلوک فرمایا۔ [لَا تُثْرِبْ عَلَيْهِمْ اَلْيَوْمَ] کہ ”آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔“ جاؤ تم سب آزاد ہو۔ الغرض آپ کی پوری حیات مبارکہ امن و سلامتی اور صلح و آشتی کی پیغامبر ہے۔

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبہ مبارکہ میں فرمایا کہ ”تمہارا خون اور تمہارا مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارے آج کے دن کی رواں مہینے کی اور موجودہ شہر کی حرمت ہے۔ سن لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی ہے۔ جاہلیت کے خون بھی ختم کر دیئے گئے اور ہمارے خون میں سے پہلا خون جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے۔ جاہلیت کا سود بھی ختم کر دیا گیا اور ہمارے سود میں سے پہلا سود جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ اب یہ سارے کا سارا سود ختم ہے۔“ ..... آپ ﷺ نے تمام انسانوں کو ایک دوسرے کے ہم پلہ قرار دیا خواہ غریب ہوں یا امیر ہوں۔ سفید ہوں یا سیاہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں مرد ہوں یا عورت کسی بھی لسانی یا علاقے سے تعلق رکھتے ہوں انسانی مساوات کا درجہ رکھتے ہیں۔ حقیقی بات یہ ہے کہ مکمل خطبہ حجۃ الوداع انسانیت کی فوز و فلاح اور امن عالم کے ایک چارٹر کی حیثیت رکھتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ یہ مملکت ہم نے اسلام کی خاطر قربانیاں دے کر حاصل کی تھی اس میں اسلامی اقدار حیات کو فروغ دینا اور اسلامی نظام ریاست کے ذریعے مملکت کا نظام چلانا مقصود تھا۔ مگر ہم نے اسلام کی بجائے ”اسلام آباد“ کو ترجیح دی۔ حالانکہ اسلام ایسا آفاقی اور عالمگیر دین ہے جو تمام اقوام تمام زمینوں اور تمام زمانوں پر محیط ہے۔ اس کی تعلیمات ہر طبقہ ہر قوم اور ہر دور کے لیے قابل عمل اور سرچشمہ رشد و ہدایت ہے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ جہاں اسلام آیا وہاں کی دنیا ہی بدل گئی۔ ہمارا ایمان ہے کہ اسلام کو اپنانے سے ہم بہت سی کامیابیوں سے ہمکنار ہوں گے۔ بھلا وہ ضابطہ حیات جو افراد کو حصول علم انفاق فی سبیل اللہ عبادات الہی رحم و احسان خدمت انسانیت تنظیم توحید الہی اطیوعا اللہ و اطیوعا الرسول اور حلم و غنوکا درس دیتا ہو اور انسان کو منکرات سے اجتناب کا حکم دیتا ہو اور مساوات عدل و انصاف اشاعت علم دین غرباء پروری اور علماء کی قدر دانی کی ہدایت کرتا ہو وہ ناکام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو رشد و ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا تاکہ دین اسلام تمام ادیان باطلہ پر غالب آجائے۔ اس مقام پر علماء امت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ نظام اسلام کی برکات سے لوگوں کو روشناس کروائیں اور بتائیں کہ اسلام اخوت و محبت کا پیغامبر ہے۔ وہ سراپا رحمت دین ہے۔ اس کے زیر سایہ آ جانے سے انسان اطمینان کا سانس لیتا ہے۔ اب تو وہ لوگ بھی اسلامی نظام کی برکات و فیوض کے قائل ہوتے جا

مدیر اعلیٰ  
پیشوا انصاری  
ایم اے

☆ جناب رانا شریک علی خان پٹواری  
☆ جناب پروفیسر عبدالغفور راشد  
☆ جناب پروفیسر عبدالرحمن لدھیانوی

اس شمارہ میں

- 1 درس قرآن و حدیث
- 2 ادارہ
- 4 احکام و مسائل
- 6 معرفت الہی اور تعلق باللہ..... (خطبہ حرم)
- 10 اسلامی معاشرت اور مستشرقین
- 14 اسلامی عسکری اتحاد اور ہمارا میڈیا
- 17 عیسائیت پس اسلام تک کا سفر
- 20 مدارس میں فنی تعلیم پر پابندی کیوں؟
- 21 معذور اور اوریتوں کے حقوق
- 23 یاد رفتگان..... مولانا محمد عبداللہ گوردھری
- 25 منزل کی تنہا ہے تو کر جہد مسلسل
- 26 اخبار الجماعہ

ادارہ سے جملہ خط کتابت ایڈیٹر کے نام اور ترسیل ذریعہ کے نام کی جائے

پتہ  
ہفت روزہ ”اہل تشدد“ دفتر مرکزی جمعیت اہل تشدد پاکستان

106 رادوی روڈ لاہور 54000

فون: 042-37725525 / 042-37720257  
E-mail: weeklyahlehadith@yahoo.com

سالانہ ذریعہ تعاون کیلئے

میزان بیک برائے کوڈ: 0211 اگلا نمبر: 0100270239

بدل اشتراک

- سالانہ ..... 600/- روپے  
ششماہی ..... 350/- روپے  
بذریعہ دینی ..... 650/- روپے  
پروڈی نمائندگی سے ..... 6000/- روپے  
فی پرچہ ..... 20/- روپے

پیشوا پروفیسر مساجد میر نے مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے لئے ”مشر پرنٹ ان“ شاہ خالد ٹاؤن جی ٹی روڈ شاہدرہ لاہور سے چھپوا کر 106 رادوی روڈ لاہور سے جاری کیا۔

رہے ہیں جو مغربی تہذیب کے دلدادہ تھے۔ دنیا کے غیر مسلم دانشور اور قانون دان بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اسلام کے نظام اور تعزیرات پر عمل پیرا ہونے سے دنیا امن و عافیت سے ہمکنار اور جرائم سے محفوظ رہ سکتی ہے۔

مملکت سعودی عرب کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ وہاں اسلامی اقدار کی فرمانروائی اور تعزیرات نافذ ہیں اسی لیے وہاں چوری، ڈکیتی، قتل و غارتگری، شراب و کباب کی وارداتیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ مشاہدے کی بات ہے کہ زائرین حرمین شریفین اپنی نقدی کھلے بندوں لیے پھرتے ہیں۔ حرم سے باہر یا سڑکوں پر سایہ دار درختوں کے نیچے آرام بھی کر لیتے ہیں لیکن چوری اور جیب تراشی کا کوئی واقعہ نہیں ہوتا۔ نماز کے وقت دکاندار اپنی لدی پھندی دکانیں کھلی چھوڑ کر مسجد کا رخ کر لیتے ہیں مگر کسی کو کوئی چیز اٹھانے کی جرأت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہاں اللہ کی زمین پر اللہ کا قانون جاری و ساری ہے۔ چھوٹے بڑے کو کوئی رعایت نہیں۔ قیام پاکستان کو ستر سال کا عرصہ گزر چکا ہے لوگ نظام اسلام کی صبح جانفزا کے لیے سراپا انتظار ہیں۔ حکمران اگر اسلامی اقدار حیات نافذ کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے نظام تعلیم کو اسلام کے سانچے میں ڈھال دیا جائے اور مغربی نظام تعلیم کو خیر باد کہہ دیا جائے۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وطن عزیز میں غربت و بے روزگاری عام ہے اس لیے خودکشی، چوری، ڈکیتی اور رہزنی کی وارداتیں رونما ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو اہل ایمان سے وعدہ کر رکھا ہے کہ اگر وہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے تو وہ ان پر زمین و آسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دے گا۔

## پاکستان کے خلاف بھارت اور افغانستان کا گٹھ جوڑ طالبان ترجمان کا اعتراف مہر تصدیق ہے۔ امیر محترم

ثابت ہو گیا کہ دہشت گردی کے کھیل میں اسلام کا نام استعمال کیا گیا، اصل مقصد پاکستان کو کمزور کرنا تھا۔ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان سینیٹر پروفیسر ساجد میر نے کہا ہے کہ پاکستان کے خلاف بھارت اور افغانستان کا گٹھ جوڑ، طالبان ترجمان کے اعتراف نے مہر تصدیق ثبت کردی اور ثابت ہو گیا کہ دہشت گردی کے کھیل میں اسلام کا نام استعمال کیا گیا، اصل مقصد پاکستان کو کمزور کرنا تھا۔ انہماک پناہی کچھل کمپلیکس میں ورلڈ کالمسٹ کلب کے یوم تائیس کے اجلاس سے خطاب اور بعد ازاں میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے پروفیسر ساجد میر کا کہنا تھا کہ احسان اللہ احسان کے اعترافی بیان کے بعد بھارت اور افغانستان کی حکومتوں کے ساتھ ہمدردی رکھنے والوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں، اب تخریبی سرگرمیوں کیلئے بھارت کے علاوہ افغانستان کی سرپرستی حاصل ہونے کے انکشاف سے دہشت گردی کا سارا کھیل بے نقاب ہو گیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ بد قسمتی سے اس کے باوجود امریکہ نے بھارت کو اپنا چیتنا بنا رکھا ہے اور پاکستان سے ڈومور کے تقاضے کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان میں قائم کئے گئے درجن بھر بھارتی فوجی خاندانوں کے ذریعے اپنے دہشت گردوں کو دینے اور انہیں گولہ بارود سے لیس کر کے دہشت گردی کیلئے پاکستان بھجواتے ہیں۔ پاکستان میں دہشت گردی، تخریب کاری اور خودکش حملوں کی زیادہ تر وارداتیں افغانستان کی آشیرواد کے ساتھ بھارتی فنڈنگ اور سرپرستی میں ہوتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ انسانیت اور امن و سلامتی کے داعی کو بدنام کرتے ہیں اور اسی بنیاد پر دہشت گردی کا ملہ امن و سلامتی کے ضامن اس دین پر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سے یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آگئی ہے کہ بھارت نے مسلمانوں کے فروعی اختلافات کو پاکستان کی سلامتی کو کمزور کر نیوالی دہشت گردی کی بنیاد بنایا اور پاکستان میں موجود اپنے ایجنٹوں کے ذریعے فرقہ وارانہ کشیدگی کی فضا ہموار کر کے مخصوص فرقوں کے لوگوں کو دہشت گردی کی بھیئت چڑھایا اور پاکستان کو کمزور کرنے کے مقاصد کی تکمیل کی۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی سلامتی کے درپے اور ہزاروں بے گناہ انسانوں کے خون ناحق سے ہاتھ رگٹنے والے یہ دہشت گرد کسی ہمدردی یا رعایت کے ہرگز مستحق نہیں، انکی آپریشن ردالفساد کے ذریعے سرکوب کی جا رہی ہے تو اس میں کوئی کمزوری یا رخنہ پیدا نہیں ہونے دینا چاہیے۔ یہ جنگ بلاشبہ ملک کی سلامتی اور بقاء کی جنگ ہے جس میں ہر صورت کامیابی ہی ملک اور عوام کی سلامتی کی ضمانت بن سکتی ہے۔ تقریب سے جماعت اسلامی کے سیکرٹری جنرل لیاقت بلوچ، ایم این اے جمشید دہتی، مشال حسین ملک، مجیب الرحمن شامی، ریاض تھانیہ، جہاں آرا وٹو، مظہر برلاس، ناصر اقبال خاں، ایثار رانا، ذبیح اللہ بلکھن، ڈاکٹر رانا تنویر قاسم، ڈاکٹر عمران مشتاق، ڈاکٹر صفی صدف، منصور آفاق، افتخار مجاز، رابعہ رحمان و دیگر مترین نے بھی خطاب کیا۔

## لکھوی خاندان کی ممتاز روحانی شخصیت حافظ بارک اللہ لکھوی وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان سینیٹر پروفیسر ساجد میر، ناظم اعلیٰ ڈاکٹر حافظ عبدالکریم ایم این اے کی طرف سے اظہار افسوس لکھوی خاندان کی ممتاز روحانی شخصیت حافظ بارک اللہ لکھوی وفات پا گئے۔ ان کی عمر 73 برس تھی۔ وہ سابق ایم این اے مولانا معین الدین لکھوی مرحوم کے بڑے صاحبزادے تھے۔ وہ جامعہ محمدیہ اکاڈم اور انجمن لکھویہ کے صدر تھے۔ انہوں نے بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی سوگوران میں چھوڑی ہے۔ مرحوم کی نماز جنازہ انکے آبائی شہر اکاڈم میں ادا کی گئی جبکہ ان کی تدفین تارائنگھ میں کی گئی۔ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان سینیٹر پروفیسر ساجد میر، ناظم اعلیٰ ڈاکٹر حافظ عبدالکریم نے اپنے تعزیتی بیان میں مرحوم کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار اور لواحقین کے لیے صبر جمیل کی دعا کی ہے۔



# احکام و مسائل

جناب مولانا ابو محمد حافظ عبدالستار رحمہ اللہ و مرکز الدہات الاسلامیہ  
سلطان کالونی میاں چنوں خانیدال پاکستان  
فون: 065-2663317 موبائل: 0300-4178626  
hammad3316@yahoo.com

## لبے ناخن رکھنا

**سوال**

دور حاضر میں بعض عورتیں لبے ناخن رکھتی ہیں، اسی طرح کچھ نوجوان بھی ایسا کرتے ہیں، کیا شرعاً لبے ناخن رکھنے کی گنجائش ہے؟

**جواب**

شرعی طور پر ناخن لبے رکھنے کی گنجائش نہیں کیونکہ خصالِ فطرت میں سے ایک خصلت ناخن تراشنا ہے، بڑھانا نہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

”پانچ چیزیں امورِ فطرت سے ہیں، ختنہ کرنا، زیر ناف بالوں کو صاف کرنا، مونچھیں ترشوانا، ناخن تراشنا اور بغلوں کے بال اکھڑنا۔“ (صحیح بخاری، اللباس: ۵۹۳۹)

ناخن تراشنے کا عمل جسمانی صفائی کا ایک حصہ ہے کیونکہ ناخنوں کو تراشنے سے ان کے نیچے جما ہوا میل کچیل دور ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ درندوں اور حیوانوں کے ساتھ مشابہت سے بھی اجتناب ہوتا ہے کیونکہ حیوانوں اور درندوں کے ناخن بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں انسان بنایا ہے اس لئے حیوانات سے مشابہت کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ لیکن کس قدر افسوسناک بات ہے کہ پچی ازم کے دلدادہ ہمارے منہ پر نوجوان اور شوخ لڑکیاں لبے ناخن رکھتے ہیں جو کہ فطرتی خصلتوں کی مخالفت ہے نیز سیرتِ نبوی سے اعراض اور جبلاء کی تقلید ہے۔ آج کل بازار سے لبے لبے مصنوعی ناخن مل جاتے ہیں، کچھ لڑکیاں انہیں لگا کر مغربی تہذیب کا شوق پورا کر لیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اسلامی تہذیب سے وابستہ رکھے۔ آمین!

## ابرو کے بال باریک کرنا

**سوال**

میری نئی شادی ہوئی ہے، میرے شوہر مجھے کہتے ہیں کہ تم اپنے ابرو کے بالوں کو باریک کیا کرو، اس سے خوبصورتی میں اضافہ ہوتا ہے، مجھے اب کیا کرنا چاہیے؟

**جواب**

ابرو کے بال اتار کر انہیں خوبصورتی کیلئے باریک کرنا ایک حرام اور ناجائز عمل ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے بلکہ اسے باعثِ لعنت قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”اللہ تعالیٰ بال اکھاڑنے والی (نامصہ) اور اکھاڑنے کا مطالبہ کرنے والی (متمصہ) دونوں پر لعنت کی ہے۔“ (بخاری، اللباس: ۵۹۳۳)

خاندان کی بات اس حد تک ماننے کی اجازت ہے جہاں خالق کی نافرمانی نہ ہو، اگر خاندان کی اطاعت میں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی ہوتی ہو تو خاندان کی بات کو نہیں مانا جائے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”خالق کی نافرمانی کرتے ہوئے مخلوق کی اطاعت نہ کی جائے۔“ (مسند امام احمد ۶۶ ج ۵)

ایک واقعہ سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنی بیٹی کی شادی کی ہے اور بیماری کی وجہ سے اس کے بال گر گئے ہیں اور اس کا خاندان ہمیں مصنوعی بال لگانے کے متعلق کہتا ہے، کیا میں بیٹی کے سر پر مصنوعی بال لگوا دوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بالوں کو پوند لگانے والی اور اس کا مطالبہ کرنے والی دونوں کو اللہ تعالیٰ نے ملعون قرار دیا ہے۔“ (صحیح بخاری، اللباس: ۵۹۳۳)

اس میں قطعاً خوبصورتی نہیں بلکہ احسن الخالقین کی خلقت میں تبدیلی ہے، جس کا اشارہ خود حدیث میں موجود ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایسی عورتیں اللہ کی خلقت کو بدلنے والی ہیں۔ (صحیح بخاری، اللباس: ۵۹۳۳) اس اشارہ کی وضاحت اس طرح ہے کہ شیطان لعین نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا:

”میں انہیں ضرور گمراہ کروں گا، میں انہیں ضرور آرزوئیں دلاؤں گا، میں انہیں ضرور حکم دوں گا تو وہ چوپاؤں کے کان کاٹیں گے اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی

پیدا کی ہوئی صورت ضرور بدلیں گے اور جو کوئی اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بناتا ہے تو اس نے کھلے طور پر خسارہ اٹھایا ہے۔“ (النساء: ۱۱۹)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ابرو کے بالوں کو باریک کرنا، اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بدلنا ہے اور ایسا کرنا شیطان کے حکم کی بجا آوری ہے۔ اس لئے خاندان حضرات کو چاہیے کہ وہ خوبصورتی کیلئے اپنی بیویوں کو ایسی بات کا حکم نہ دیں جس سے اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو۔ (واللہ اعلم)

## گھر میں موجود کپڑے مکوڑوں کو جلانا

**سوال**

ہمارے گھر میں جیونیوں کے بہت بل ہیں، کیا انہیں آگ سے جلانا جائز ہے اگر ایسا کرنا جائز نہیں تو ان سے چھنکارا حاصل کرنے کیلئے کیا کرنا چاہیے؟

**جواب**

اللہ تعالیٰ نے کچھ جانوروں کو ”فواسق“ قرار دیا ہے اور انہیں حل و حرم ہر جگہ قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (صحیح بخاری، جزاء الصيد: ۱۸۲۹)

اسی طرح دیگر کپڑے جو ایذا کا باعث ہوں، انہیں مارا جاسکتا ہے، لیکن مارنے کیلئے کپڑے مارا دویات کا استعمال کیا جائے۔ اس کیلئے بازار سے پاؤڈر اور پیرے مل جاتی ہیں انہیں استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن آگ کے ذریعے انہیں ختم کرنا شرعاً جائز نہیں، اس کی ممانعت ہے۔ اس بناء پر گھر میں نکلنے والی جیونیوں اگر ایذا کا باعث ہوں تو جراثیم کش ادویات سے انہیں ختم کیا جاسکتا ہے، اس کیلئے کسی طور پر بھی آگ استعمال نہ کی جائے۔ (واللہ اعلم)

## کتا پالنا

**سوال**

ہمارے گھر میں ایک کتیا ہے جو ہم سے بہت مانوس ہو چکی ہے، ہم اسے جان سے مارنا بھی نہیں چاہتے، کیا اسے رکھنے میں کوئی شرعی ممانعت ہے؟

**جواب**

کتا ایک ضبیٹ اور نجس جانور ہے، اس کی نجاست تمام جانوروں سے بڑھ کر ہے کیونکہ اس کی وجہ سے نجاست آلود برتن پاک کرنے کیلئے اسے سات مرتبہ دھونا پڑتا ہے، ان میں ایک بار اسے مٹی سے دھویا جاتا ہے۔ اس لئے ایک مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ اس فضول شوق میں اپنا وقت اور پیسہ برباد کرے۔ البتہ کتے کو تین مقاصد کیلئے رکھنے کی اجازت ہے جو حسب ذیل ہیں:

① شکار کرنے کیلئے، ② مال مویشی کی حفاظت کیلئے، ③ کھیتی کی نگرانی کیلئے۔

ان تین مقاصد کے علاوہ کتا پالنا حرام ہے، اگر کوئی مسلمان ان مقاصد کے علاوہ کتا گھر میں رکھتا ہے تو اس کے اجر سے روزانہ دو قیراط کی کمی ہوتی رہتی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”جس گھرانے نے جانوروں کی حفاظت اور شکاری کتے کے علاوہ کتا پالا تو ان کے اجر سے ہر روز دو قیراط ثواب کم ہو جاتا ہے۔“ (صحیح بخاری، الذبائح: ۵۴۷۹)

اجر میں کمی کا مطلب اس شخص کا گنہگار ہونا ہے، اس بناء پر ہمارا رجحان یہ ہے کہ بلا مقصد گھر میں کتا رکھنا، یہ کفار کی تقلید ہے ایک مسلمان کے شایان شان نہیں۔

سوال میں ہے کہ کتیا گھر سے مانوس ہو چکی ہے اس لئے وہ گھر چھوڑنے پر آمادہ نہیں۔ ہم انہیں مشورہ دیں گے کہ اہل خانہ اسے گھر سے نکال دیں اور اپنے گھر میں نہ رہنے دیں، وہ گھر سے باہر رہنے کی وجہ سے خود بخود ایسی جگہ کا رخ کرے گی جہاں اسے کھانے پینے کیلئے کچھ ملے گا جیسا کہ دوسرے کتوں کو ملتا ہے۔ بہر حال اس کا گھر سے مانوس ہونا اسے گھر میں رکھنے کا کوئی معقول بہانہ نہیں۔ اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے جس گھر میں کتا موجود ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

## تالی پیٹنا اور سیٹی بجانا

**سوال**

ہمارے ہاں خوشی کے موقع پر تالی پیٹنے یا سیٹی بجانے کا رواج ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے، قرآن و حدیث میں اس کے متعلق کوئی ممانعت ہے؟

**جواب**

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کفار کی ایک عادت بایں الفاظ بیان کی ہے: ”ان کفار کی نماز بیت اللہ کے پاس یہ تھی کہ وہ سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پیٹتے تھے۔“ (الانفال: ۳۵)

مشرکین جس طرح بیت اللہ کا ننگے ہو کر طواف کرتے تھے، اسی طرح دوران طواف وہ انگلیاں منہ میں ڈال کر سیٹیاں بجاتے اور ہاتھوں سے تالیاں پیٹتے تھے اور اتے وہ نیکی اور عبادت خیال کرتے تھے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سیٹیاں بجانا اور تالیاں پیٹنا یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں بلکہ کفار و مشرکین کی عادت ہے۔ ہمارے ہاں خوشی کے موقع پر سیٹیاں بجانا اور تالی پیٹنا بھی مغربی تہذیب سے اخذ کردہ عادات ہیں لہذا ایک مسلمان کے شایان شان نہیں کہ وہ ایسے موقع پر کفار کی عادت کو اختیار کرے۔ اگر کوئی چیز پسند آئے تو اللہ اکبر یا سبحان اللہ کہا جائے، وہ بھی انفرادی طور پر ایسا کہا جاسکتا ہے اجتماعی طور پر یہ کام کرنے کی بھی اجازت نہیں، بہر حال تالی پیٹنا یا سیٹی بجانا مسلمانوں کا کام نہیں۔ (واللہ اعلم)

انا محمد الخاتم  
فصلہ الشیخ  
ڈاکٹر خالد الغامدی

# معرفت الہی اور تعلق باللہ

جناب محمد عاطف الیاس

تحریر

جناب حافظ یوسف سراج

تاریخ

2 شعبان 1438ھ / 28 اپریل 2017ء

حمد و ثناء کے بعد:

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرتے رہو، اور جان لو کہ اللہ سے ڈرنے والے مستقبل کی آزمائشوں پر فکر مند ہوتے ہیں اور نہ ماضی کی محرومیوں پر رنجیدہ ہوتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کو ٹھیک طرح پہچان لیتے ہیں، اس لیے وہ اللہ ہی کی رضا کو اپنا نصب العین بنا لیتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی بہتر بنانے میں مصروف رہتے ہیں۔ فرمان الہی ہے:

”سُورَةُ الْاٰیَاتِ کے دوست ہیں، وہ جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کا رویہ اختیار کیا۔ ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ رنج۔ دُنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں ان کے لیے بشارت ہی بشارت ہے۔“ (یونس)

اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ نے دو جہنمیں بنائی ہیں۔ ایک دنیا کی جنت ہے اور دُوسری آخرت والی جنت کا ذریعہ ہے۔ آخرت کی جنت تو بہت بڑی جنت ہے۔ اس کی چوڑائی زمین

و آسمان کے برابر ہے۔ بہت سے لوگ دنیا کی جنت کا مزا چلنے بغیر ہی، اس کی نشانیاں اور نعمتیں دیکھ بغیر ہی، اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور اسی لیے ان کی روئیں بے رنگ، دل زنگ آلود اور نفس منتشر ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے دنوں اور ان کی عقلوں پر خواہشات نفس اور شکوک و شبہات کی حکمرانی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی پہچان کا حصول اور اس سے مضبوط تعلق دنیا کی جنت ہے۔ اللہ کی وہ حقیقی پہچان کہ جو دل و جان میں رچ بس جائے۔ یہ واقعی ایک جنت ہے۔ ہاں! قسم ہے یہ جنت ہے اور کیا خوب جنت ہے!؟

جو اس جنت کا مزا چکھ لیتا، اس کی مہک سے لطف اندوز ہو جاتا اور اس کی نعمتوں سے مالا مال ہو جاتا ہے، وہ پھر کسی دوسری چیز کی طرف دیکھتا ہے اور نہ کسی شے کی فکر کرتا ہے۔ اللہ کو پہچاننے کی جنت مومنوں کی وحشت دور

کرتی، یہ توحید والوں کے دل شاداب کرتی اور سچے مسلمانوں کو لذت نصیب کرتی ہے۔

سعادت، لذت اور اطمینان جب بھی تلاش کیے جائیں، وہ معرفت الہی اور تعلق باللہ ہی سے مل سکتے ہیں، کیونکہ جب بندہ یہ ذہن نشین کر لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بے حد قریب اور اس کے ساتھ ہے تو سرور، خوشی اور رضا مندی کے جذبات اس کے دل پر چھا جاتے ہیں۔ اس کا دل شاداب اور نفس توانا ہو جاتا ہے۔ پھر وہ عبادت میں یوں لگ جاتا ہے کہ گویا وہ اللہ کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اس کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں کی حفاظت کرنے لگتا ہے۔

ایسا شخص کتنی سعادت بھری زندگی گزارتا ہے!؟

**اللہ تعالیٰ کی پہچان کا حصول اور اس سے مضبوط تعلق دنیا کی جنت ہے۔  
اللہ کی وہ حقیقی پہچان کہ جو دل و جان میں رچ بس جائے۔ یہ واقعی ایک  
جنت ہے۔ ہاں! قسم سے یہ جنت ہے اور کیا خوب جنت ہے!؟**

یقیناً ایمان، تعلق الہی اور احسان کے اعلیٰ مرتبے تک پہنچنے والے کی زندگی کے کیا کہنے!

اے امت اسلام! معرفت الہی توحید کا عظیم دروازہ اور عبادت کا بہترین شاہد ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو صحیح طرح پہچان لیتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ناموں اور اللہ کی صفات کو جان لیتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی خدائی اور اس کے اعمال سے واقف ہو جاتا ہے، اس کے دل میں توحید کا نور بھی ضرور داخل ہو جاتا ہے۔ جب یہ نور نصیب ہو جائے تو پھر انسان اللہ کے سوا نہ کسی کی عبادت کرتا ہے اور نہ کسی دوسرے سے سوال کرتا ہے۔ وہ صرف اور صرف اللہ ہی کے لیے عبادت کی ساری شکلیں خاص کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو صحیح طرح پہچانے بغیر خالص توحید تک پہنچنا ناممکن ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے

ناموں، صفات اور اس کی مخلوقات کے عجائبات کی دلیلیں دے دے کر بتایا گیا ہے کہ وہی واحد قابل عبادت ہستی ہے۔ فرمان الہی ہے:

”یہی (اللہ) تمہارا پروردگار ہے، اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، (وہی) ہر چیز کا خالق ہے پس تم اسی کی عبادت کیا کرو اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔“ (انعام)

سورہ نمل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں گنوانے اور شاندار مخلوقات کا ذکر فرمانے کے بعد فرمایا:

”کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی (ان کاموں میں شریک) ہے۔“ (نمل)

اسی طرح فرمایا:

”حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر تخت حکومت پر جلوہ گر ہوا اور کائنات کا انتظام چلا رہا ہے اس کے حضور کوئی سفارش کرنے والا نہیں، اِلَّا

یہ کہ اس کی اجازت سے شفاعت کرے، یہی اللہ تمہارا رب ہے لہذا تم اُسی کی عبادت کرو پھر کیا تم ہوش میں نہ آؤ گے؟“ (یونس)

قرآن کریم میں اس مضمون پر بحث کرنے والی آیات تو بہت ساری ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی توحید اور اس کی تعظیم سے دل سیراب ہو جاتے ہیں تو پھر انسان کو دل کی بیماریوں، رنجشوں، خود پسندی اور تکبر جیسی بیماریوں سے چھٹکارا حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر انسان کی روح اور نفس پاکیزہ ہو جاتا ہے، پھر جب ایمان، پختہ یقین، اخلاص، سچائی اور اللہ پر بھروسے سے بندہ مومن کے جسم اور جان معمور ہو جاتے ہیں۔ تب وہ صبح شام بے مثال اور ناقابل بیان نعمتوں میں رہتا ہے۔ وہ اپنے رب پر بھروسہ کرنے لگتا ہے، وہ اپنے سر پرست اور سید کی بدولت دوسروں

نہیں آئے گی، کیونکہ وہی بادشاہ، انتہائی سخی، بزرگی والا، کریم اور بے نیاز ہے۔ وہی اول ہے وہی آخر۔ وہی ظاہر ہے وہی باطن۔ وہی اپنی مخلوقات کو قبضے میں رکھے ہوئے ہے، کوئی چیز اس کے قبضہ قدرت سے نہیں نکل سکتی۔ وہی رزق میں کمی اور زیادتی کرنے والا ہے۔ اس کا پردہ نور کا ہے اور اگر وہ ہٹ جائے تو اس کے نور کی تاب نہ لاتے ہوئے سامنے آنے والی ہر چیز جل کر راکھ ہو جائے۔ وہی بے سہاروں کا سہارا ہے۔ پناہ مانگنے والوں کی پناہ ہے۔ مصیبت زدوں کا مددگار ہے۔ اس کے علم میں ہر چیز ہے۔ غیب کے خزانوں کا علم بھی اسی کے پاس ہے۔ اس کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ ماضی کی تمام چیزیں وہ جانتا ہے، مستقبل کی ہر شے سے وہ واقف ہے۔ نہ ہونے والی چیزوں کو بھی وہ جانتا ہے۔ یہ بھی جانتا ہے کہ اگر فلاں چیز ہوتی تو کس طرح ہوتی۔ زمین اور آسمان کی کوئی ذرہ برابر یا اس سے بڑی یا چھوٹی چیز بھی اس سے چھپی ہوئی نہیں۔

**اللہ تعالیٰ کے پیارے ناموں، اس کی عالی شان صفوں اور اس کی مخلوقات سے واقفیت حاصل کرنا ایمان اور یقین کی بنیاد ہے۔ اسی سے دل اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسی سے توحید، عبادت اور دعا کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔**

تو لا الہ الا اللہ! اللہ اکبر! اللہ عظیم ہے! لا الہ الا اللہ! اللہ اکبر! اللہ جلجل ہے! وہی کمال، جلال اور خوبصورتی والا ہے۔ وہ اپنے ناموں، صفوں اور کاموں میں مکمل باختیار ہے۔ اکیلا اور یکتا ہے۔ تدبیر کرنے والا اور حکمت سے کام کرنے والا ہے۔ مکمل قدرت رکھنے والا خدا ہے۔ اس کے برابر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اس کی کوئی مثال نہیں۔ اس سے ملتی جلتی کوئی شے نہیں۔ کوئی چیز اس کے لیے مشکل نہیں۔ کوئی اس کی عظمت کے برابر نہیں۔ اس کے لیے ہر چیز سہل اور آسان ہے۔ انسانی سوچ، نظر اور فکر اس تک نہیں پہنچ سکتی۔ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ اس پر موت کبھی نہیں آئے گی۔ وہ سارے جہان کو سنبھالنے والا ہے اور اسے کبھی نیند نہیں آئے گی۔ وہی زمین و آسمان کو اپنی جگہ سے ہٹ جانے سے بچائے ہوئے ہے۔ اسی نے ساری مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے اور وہ ساری مخلوقات سے بے نیاز ہے۔ اسی نے ساری مخلوقات کے رزق کا انتظام کیا ہے اور اس میں اسے کوئی مشقت یا تکلیف نہیں ہوئی۔ وہی ساری مخلوقات کو مار دے گا، پھر زندہ کرے گا، پھر سب کا حساب لے گا اور یہ سارا کام اس کے لیے بڑا سہل اور آسان ہے۔

ہائے! کاش کہ ہماری امت کے داعی، قلم کار اور میڈیا کے لوگ یہ سمجھ جائیں کہ فروعی مسائل میں الجھ کر اس عظیم اصول کو نظر انداز کرنے سے ہمیں کتنے بڑے نقصان، خطروں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ کیونکہ اس اصول ہی کی بدولت عقول اور دلوں کو زندگی اور کامیابی ملتی ہے اور یہی انتہا پسندی، خشک و شبہات اور خواہشات پرستی سے بچانے والی مضبوط ڈھال ہے۔ اللہ کی قسم! کہ جس کے سوا کوئی الہ نہیں! ہماری امت کو کامیابی اور کامرانی توحید اور تعلق باللہ ہی سے مل سکتی ہے۔ جو لوگ دین سے پلٹ گئے ہیں، یا راہ ہدایت گنوا بیٹھے ہیں، یا منہ پھیر کر پھر سے جہالت کی طرف چل پڑے ہیں، ان کی گمراہی کی وجہ تعلق باللہ میں کمزوری ہی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ سے ان کا تعلق کمزور پڑا تو ان کے دل بے ضابطہ ہو گئے، نظریات تبدیل ہونے لگے اور پھر

سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور وہ عزت دار بن جاتا ہے۔ وہ اپنے کام سے مطمئن اور اللہ تعالیٰ کی لکھی تقدیر سے راضی ہو جاتا ہے۔ مخلوق، مال، جائداد، حسب و نسب جیسی چیزوں کی پوجا سے جان چھڑا کر وہ صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ بن جاتا ہے۔ اس رب کا بندہ کہ جسے وہ خوب جانتا ہے اور یہ بھی بخوبی جانتا ہے کہ زمین و آسمان کے ہر کام اور ہر خزانے کی کنجی صرف اور صرف اسی اللہ کے پاس ہے۔ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے پیارے ناموں، اس کی عالی شان صفوں اور اس کی مخلوقات سے واقفیت حاصل کرنا ایمان اور یقین کی بنیاد ہے۔ اسی سے دل اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسی سے توحید، عبادت اور دعا کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ یہ نفس کی ثابت قدمی اور روح کی شادابی کا سبب ہے، شیطان کے دوسوں اور گمراہ کن افکار سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کو خود بھی یہ پسند ہے کہ اس کے بندے اسے جانیں، اس کی مخلوقات پر غور و فکر کریں تو قرآن کریم میں بڑے اچھے انداز میں بندوں کو اپنے رب سے متعارف کرایا گیا ہے۔ اس میں

اللہ کے نام، صفات، کام اور آداب بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں ایسی چیزیں بیان کی گئی ہیں کہ جن سے لوگوں کے دل اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتے ہیں، تاکہ لوگوں کی عقل اور روح توحید سے نور و نور ہو جائیں اور ہر قسم کی عبادت اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہو جائے۔ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتیں۔ یعنی جہاں اللہ تعالیٰ سے حقیقی واقفیت ہوگی وہاں عبادت میں توحید ضرور پائی جائے گی۔ یہ دونوں چیزیں کبھی الگ الگ نہیں ہوں گی۔

اللہ کے بندو! لوگوں کی تربیت، دعوت اور ہر دعوتی مہم کی اساس یہی اصول ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی واقفیت کے ذریعے لوگوں کو توحید کی طرف لانا۔ یہی اصول اور ضابطہ ہے اور یہی مناسب طریقہ ہے۔

دعوت کے اس طریقے کو چھوڑ کر جو دعوے دار یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ فلسفے، بے بنیاد افکار اور دنیا کی دولت سے یا گروہ بندی کے نعروں کے ذریعے لوگوں کو راہ راست پر لایا جاسکتا ہے تو وہ بڑی ہی گمراہی میں ہیں اور بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں۔

دین کے معاملے میں پہلی آزمائش آتی ہی ان کا یقین ختم ہو گیا، پھر وہ لالچ اور مصلحت پرستی کا شکار ہو گئے۔ اے امت اسلام! اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کے ساتھ مضبوط تعلق اور دل میں اس کی تعظیم کا ہونا توحید کا حقیقی سرچشمہ اور بنیادی چیز ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو؟ اللہ تعالیٰ ہی تو ذکر کا سب سے بڑا حقدار، پکار سننے والی عظیم ترین ہستی، فریاد پوری کرنے والا سب سے بڑا کرم نواز، من چاہی چیزیں دینے والا، سب سے بڑا رحیم اور سب سے بڑا حکمران اور سب سے بڑا مہربان ہے۔ اس کی نعمتیں تعداد سے زیادہ اور نشانیاں بے شمار ہیں۔ اسی کے پاس سارے خزانے ہیں، وہ جتنا چاہتا ہے، خرچ کرتا رہتا ہے۔ اس کا ہاتھ بھرا رہتا ہے اور وہ دن رات سخاوت کرتا رہتا ہے۔ اس بے دریغ سخاوت سے بھی اس کے خزانے میں کبھی کمی نہیں آئی۔ اگر ساری مخلوق بھی ایک میدان میں اکٹھی ہو کر اس سے مانگنے لگے اور سوال کرتی جائے یہاں تک کہ وہ مزید مانگنے سے عاجز آ جائے تو بھی اس کے خزانے میں کچھ کمی



وہی بادشاہ ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل و کرم سے بادشاہی عطا کر دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے عدل کے تقاضے کے مطابق جہنم لیتا ہے۔ اس کے سامنے سب سر نہیں جھکتی، ہوتی ہیں، اسی کی تعظیم کے لیے پیشانیاں سجدہ ریز ہیں، اسی طاقت نے سرکشوں اور جابروں کو جھکا دیا ہے۔ وہ سرکشوں کو مہلت دیتا ہے، جب وہ ظلم و زیادتی میں مد سے گزر رہے ہوتے ہیں تو وہ انہیں اپنی قوت سے پکڑ لیتا ہے۔ پھر نہ کوئی بچتا اور نہ پیچھے رہتا ہے۔ فرمان الہی ہے: ”اس کی پکڑ بڑی سخت اور دردناک ہوتی ہے۔“ (ہود)

وہ ہر ان نئی شان میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ اس کی تقدیر نافذ ہو کر رہتی ہے۔ اسے روکنے والا کوئی نہیں۔ اس کے احکام پر نظر ثانی کرنے والا کوئی نہیں۔ اس پر غالب آنے والا بھی کوئی نہیں۔ وہ ہمیشہ اس کے اعمال کی جزا اور سزا دینے والا ہے۔ وہ ساری کائنات کی نگہداشت کرنے والا اور اپنے علم، قدرت اور رحمت کے مطابق اس کے معاملات چلاتا ہے۔

وہی نقصان پورے کرنے والا ہے۔ انتہائی باریک بین مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے دل نور دیتا ہے۔ زمین میں تنگ کیے جانے والوں پر احسان فرماتا ہے۔ اس نے کتنی ہی تنگیاں دور فرمادیں؟ کتنی ہی مستحقیق رفع فرمادیں؟ کتنی ہولناک آزمائشوں کی شدت کو عزت و عظمت اور بادشاہت والے نے آسان فرمادیا؟

اس کی جلالت کے سامنے ہر بڑا جھوٹا ہو جاتا ہے۔ اس کی کبریائی کے سامنے ہر عزت والا حقیر ہو جاتا ہے۔ اس کی عظمت کے سامنے ہر عظیم سرگوں ہو جاتا ہے۔ وہ سخت چٹان پر چلنے والی کالی چوٹی کے قدموں کی چاپ بھی سنتا ہے۔ وہ رات کے سیاہ اندھیرے میں چھھر کے ہلنے پر بھی دیکھتا ہے۔ وہ مارنے والوں کی آوازیں اسے مصروف نہیں کرتیں۔ سوال کرنے والوں کی مختلف جگہیں، الگ الگ زبانیں اور ضرورتیں اسے عاجز نہیں کرتیں۔ وہ ہر حال میں اپنے بندوں کا حال جانتا ہے۔ رات کے وقت کہ جب لوگ چادریں اوڑھ کر سوتے ہیں، اس وقت بھی وہ ان کے ظاہر و باطن سے آگاہ رہتا ہے۔ وہ وہ لوگوں کا حال بھی جانتا ہے۔

وہی اللہ ہے! جو قدرت رکھنے والا اور مکمل اختیار رکھنے والا ہے۔ وہی اٹھانے اور گرانے والا ہے۔ وہی دینے اور روکنے والا ہے۔ اگر وہ کوئی چیز روک دے تو منت اور مشقت سے بھی وہ چیز حاصل نہیں ہو سکتی۔ کتنے

ہی محنت کرنے والے محروم نظر آتے ہیں! اور اگر وہ کسی کو کچھ عطا کرنا چاہے تو کسی کی بے کاری، یا روکنے والے کا روکنا اس کی عطا نہیں روک سکتا۔ کتنے عاجز اور ضعیف وافر رزق سے مالا مال نظر آتے ہیں!

وہی مہربان اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ اس کی رحمت تو تمام مخلوقات کے لیے عام ہے، تاہم اس نے اپنی رحمت کا ایک حصہ اپنے ولیوں اور پیاروں کے لیے خاص کر رکھا ہے۔ وہ انہیں اپنی رحمت سے نوازتا ہے اور اللہ کی رحمت کو روکنے والا کوں ہو سکتا ہے! اس طرح اس کے بندوں کی زندگی بھلی ہو جاتی ہے، ان کی محنت رنگ لاتی ہے، ان کی روحیں، زندگی کی مشکلات و مصائب کے بعد نعمت سے مالا مال ہو جاتی ہیں۔

وہی اللہ ہے! جس کے سوا کوئی اللہ نہیں! وہی حمد و ثناء کے لائق ہے۔ ہم اس کی فصیح طرح ثنائیاں کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے متعلق گفتگو سے بیٹھی بات اور کون سی ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی تعریف سے بڑھ کر کون سی بات شیریں ہو سکتی ہے؟ ایسی گفتگو ہی نفسوں سے ڈر اور رنج ختم کر کے اس کی جگہ سعادت اور خوش بختی لے آتی ہے۔

ہائے افسوس! ہماری عمر کا کتنا حصہ غفلت میں گزر گیا! کتنی گھڑیاں ادھر ادھر کی باتوں میں بیت گئیں! ہائے افسوس! ہم اپنے رب اور اس کے ذکر سے کتنے غافل رہے! ہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں جاننے اور اس کے ساتھ وقت گزارنے سے کتنے دور رہے!

اللہ کے قریبی لوگوں اور آگے نکل جانے والوں کے آگے نکلنے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ ہم سے زیادہ نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے تھے، بلکہ ان کے آگے نکلنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے دل میں راسخ ایمان رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق رکھتے اور اس سے محبت کرتے تھے۔ چنانچہ انہیں دنیا کی بہترین سعادت نصیب ہوئی۔ ان کی نعمتوں کے بارے میں سن کر تو ہمارا دل بھی خوشی سے جھوم اٹھتا ہے۔ فرمان الہی ہے:

”لوگو! بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے گزرے سب لوگوں کا خالق ہے، تمہارے بچنے کی توقع اسی صورت ہو سکتی ہے۔“ (بقرہ)

### دوسرا خطبہ

حمد و ثناء کے بعد:

اے مسلمانو! اللہ کی پہچان دو طرح کی ہے۔ ایک پہچان

یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی مخلوقات کو جانیں اور انہیں تسلیم کریں۔ اس میں تو تمام لوگ برابر ہیں۔ یہاں تک کہ مشرکین بھی اس انداز میں اللہ تعالیٰ کو جانتے ہیں، تاہم ان کی یہ پہچان انہیں کامیابی تک نہ لے جا سکی، کیونکہ یہ پہچان بڑی ٹھنڈی اور غیر مفید پہچان تھی، جو انہیں توحید کی طرف نہ لاسکی جس نے ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت تک نہ چرگائی۔

دوسری پہچان خاص پہچان ہے۔ اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور صرف اسے تسلیم ہی نہیں کیا جاتا بلکہ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو اکیلا الہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے اور خاص اسی کے لیے عبادت بھی کی جاتی ہے۔ اسی سے محبت کی جاتی ہے، اسی سے ڈرا جاتا ہے اور اسی پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔

جب اس انداز میں اللہ تعالیٰ کو پہچانا جاتا ہے تو انسان کے دل میں یہ احساس اٹھتا ہے کہ اس کا خالق اور پالنے والا اس سے بہت قریب ہے۔ پھر وہ صرف اسی سے ڈرتا ہے، اسی کی سزا سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، اسی سے مانگتا ہے اور اسی کے سامنے عاجزی اور انکساری کے ساتھ جھکتا ہے۔ اس کی فکر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر پھرتی جاتی ہے اور یہی اس کا مشغلہ بن جاتا ہے۔ پھر اس کی زندگی پاک ہو جاتی ہے، عمر بابرکت ہو جاتی ہے۔ پھر وہ دنیا کی نہ ملنے والی چیزوں پر افسوس کرتا ہے نہ ملنے والی چیزوں سے خوش ہوتا ہے۔ اسے حادثات پریشان کرتے ہیں نہ آزمائشیں اسے بے قرار کرتی ہیں۔ اس پر یقین نہ رکھنے والوں کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔

امام ابن رجب فرماتے ہیں:

”سب سے افضل علم یہ ہے کہ اللہ کے متعلق جانا جائے، یعنی اللہ کے ناموں، صفات اور کاموں کے بارے میں جانا جائے۔ ایسا علم کہ جس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ سے آگاہی ہو اس سے ڈر، اس سے محبت، اس کی عزت، اس کی تعظیم، اس کے سامنے انکساری ہو اس پر بھروسہ رکھنا، اس کی رضامندی حاصل کرنا اور مخلوق کو چھوڑ کر اسی سے مانوس ہونے کی شکل میں ظاہر ہو۔“

اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ کو پہچاننے، اس سے تعلق مضبوط کرنے اور ایمان راسخ کرنے کے لیے علماء نے تین چیزوں پر اتفاق کیا ہے کہ اگر مستقل مزاجی کے ساتھ ان پر عمل کیا جائے تو ان کا بہت گہرا اثر ہوتا ہے، یہاں تک کہ ان پر عمل کرنے والے کے لیے دروازہ کھل جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے چنیدہ بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ مستقل مزاجی سے کام کرنے

والے کا کام پورا ہو ہی جاتا ہے اور دروازے پر کثرت سے دستک دینے والے کے لیے دروازہ کھل ہی جاتا ہے۔

اللہ کے بندو! پہلی چیز یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات پر بہت غور کیا جائے۔ یہ ایمان اور یقین کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ فرمان الہی ہے:

”یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو (اے محمدؐ) ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل و فکر رکھنے والے اس سے سبق لیں“ (ص)

قرآن کریم کی تلاوت ایک سوئی کے ساتھ آہستہ آہستہ کرنی چاہیے اور ساتھ ساتھ آیات پر بھی غور کرنا چاہیے۔ آیات کے نزول کے مقصد اور اس کے حکم والی چیزوں پر غور کیا جائے۔ یہ چیز دل اور روح کے لیے بڑی فائدہ مند ہے۔

اللہ کے بندو! دوسری چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات پر کثرت سے غور و فکر کیا جائے۔ زمین و آسمان پر، اللہ تعالیٰ کی مخلوقات پر، نفس اور آفاق پر۔ اس سے بھی انسان کا یقین بڑھتا ہے اور اس سے بھی ایمان اور اللہ تعالیٰ کی پہچان میں مدد ملتی ہے۔

انبیاء اور ان کے بعد آنے والے نیک بندے اسی راہ پر چلتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بھی ہمیں سنایا ہے، کہ کس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات پر غور و فکر کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی توحید تک پہنچے۔ فرمایا:

”ابراہیم کو ہم اسی طرح زمین اور آسمانوں کا نظام سلطنت دکھاتے تھے اور اس لیے دکھاتے تھے کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے“ (انعام)

پھر آخر میں ابراہیم نے کہا: ”میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رخ اُس ہستی کی طرف کر لیا جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔“ (انعام)

اللہ کے بندو! تیسری چیز یہ ہے کہ کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جائے۔ کثرت سے سبحان اللہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، اُمد اللہ اور استغفر اللہ کہا جائے، کیونکہ ذکر ہی کے ذریعے انسان برائیوں اور آفتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اسی سے دلوں میں اللہ کی محبت بڑھتی ہے اور اخلاص کے ساتھ رجوع کرنے کے جذبات ابھرتے ہیں۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کے قریب اور ساتھ ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ ذکر سے انسان کو جسم، دل

اور عقل میں قوت بھی نصیب ہوتی ہے۔ اس سے توانائی چستی نصیب ہوتی ہے۔ اللہ کے ذکر سے دلوں کو زندگی نصیب ہوتی ہے، روح کو بھی اور بدن کو بھی۔ جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا اس کی مثال تو مردہ یا اجڑے ہوئے گھر کی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک بھی ہمیشہ ذکر الہی سے تر رہتی۔ وہ ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا، ان کی تائید کرتا اور ان کا دفاع کرتا۔ جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے اور ذکر سے اس کے ہونٹ ملتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ ہوتا ہے۔ فرمان الہی ہے:

”اے میری قوم کے لوگو! اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف پلٹو، وہ تم پر آسمان کے دہانے کھول دے گا اور تمہاری موجودہ قوت پر مزید قوت کا اضافہ کرے گا۔“ (ہود: 52)

اللہ تعالیٰ نے ایک آیت میں بہت سی چیزیں بیان کی ہیں جن سے انسان کا ایمان مضبوط اور یقین پختہ ہوتا ہے۔ فرمایا:

”زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری آنے میں اُن ہوش مند لوگوں

کے لیے بہت نشانیاں ہیں۔ جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے، ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) پروردگار! یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا، تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے پس اے رب! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔“ (آل عمران)

اے اللہ! اے پروردگار عالم! تمام مسلمان حکمرانوں کو کتاب و سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما اور انہیں اپنی قوموں اور عوام پر رحم کرنے والا بنا۔ اے اللہ! ہمارے حکمران کو ان اعمال کی توفیق عطا فرما جن سے تو راضی ہوتا ہے! اے پروردگار! اسے اور اس کے ولی عہد کو ان اعمال کی توفیق عطا فرما جن سے تو راضی ہوتا ہے۔ اے اللہ! اسے اور اس کے دونوں نائبوں کو ان اعمال کی توفیق عطا فرما جن میں ملک اور قوم کی فلاح و بہبود ہے۔

## احباب جماعت کی خدمت میں!

◉ السلام علیکم ورحمۃ اللہ..... چند روز قبل جناب علی محمد ناظم محمدی لائبریری مین بازار بونی ڈاکخانہ خاص ضلع چترال کا مکتوب موصول ہوا۔ مکتوب نگار ریٹائرڈ فوجی ہیں۔ ۲۰۱۳ء کو مولانا محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ کی کتاب کبیل الرسول پڑھ کر اہل حدیث ہوئے ہیں۔ چترال میں اہل حدیث بہت محدود ہیں آغا خانی بہت ہیں۔ دور افتادہ علاقہ میں رسل و رسائل کے ذرائع بھی محدود ہیں۔ ہمارے مبلغین بھی وہاں کم ہی جاتے ہیں اس لیے انہوں نے مسئلہ اہل حدیث کی اشاعت کے لیے محمدی لائبریری ۲۰۱۵ء سے قائم کر رکھی ہے۔ وہ لوگوں کو کتابیں بلا معاوضہ پڑھنے کے لیے دیتے ہیں جس سے لوگ متاثر ہو رہے ہیں۔ ان کے ساتھ میر قوت صاحب ریٹائرڈ تحصیلدار اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع چترال کے امیر مولانا محمد عمر قریشی تعاون فرماتے ہیں۔ جو ادارے کتابیں فری تقسیم کرتے ہیں اور دوسرے احباب بھی اس کا خیر میں شریک ہو کر مندرجہ ذیل پتہ پر کتابیں ارسال فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔ (مدیر اعلیٰ)

رابطہ: جناب علی محمد ناظم محمدی لائبریری مین بازار بونی ڈاکخانہ خاص ضلع چترال 0336-1990539

## مرکزی جمعیت اہل حدیث شعبہ خواتین کا قیام

محترمہ طوبی رحمن کو امیر اور محترمہ سعیدہ مصطفیٰ کو ناظمہ اعلیٰ نامزد کیا گیا

◉ محترمہ پروفیسر ساجد میر امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کی زیر صدارت شعبہ خواتین کا تاسیس اجلاس ۱۶ اپریل بروز اتوار مرکزی دفتر ۱۰۶ راوی روڈ میں منعقد ہوا جس میں غور و خوض کے بعد محترمہ طوبی رحمن کو عبوری مرکزی امیر اور محترمہ سعیدہ مصطفیٰ کو ناظمہ اعلیٰ نامزد کیا گیا۔ یہ نامزدگی ایک سال کی مدت کے لیے کی گئی۔ اجلاس میں ناظم ذیلی تنظیمات ڈاکٹر عبدالغفور راشد اور ناظم گجرانوالہ حافظ عمران عریف نے امیر محترمہ کی معاونت کی۔ اجلاس میں محترمہ طوبی رحمن اور محترمہ سعیدہ مصطفیٰ صاحبہ کے علاوہ محترمہ کینزہ الرحمن محترمہ نسreen یوسف محترمہ انسیت داؤد مغل محترمہ مدیحہ یزدانی اور محترمہ فضیلت مغل کے علاوہ دیگر نے شرکت کی۔ (ادارہ)

(Tristes Tropiques) میں اسلام اور مسلمانوں

پر سخت حملے کیے ہیں۔ اس میں ایک جگہ وہ لکھتے ہیں کہ ”اسلام وحی کے قطعی اور یقینی ہونے پر جتنا زور دیتا ہے اس سے زیادہ وہ اس بات کو اہمیت دیتا ہے کہ بیرونی دنیا سے تعلقات استوار کرنے پر اس کو کوئی طاقت حاصل نہیں۔ ہم جب بودھوں یا عیسائیوں سے اس کا موازنہ کرتے ہیں تو اسلام کا تعصب کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان ہمیشہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ دوسروں کو تشدد آمیز طریقوں سے اپنے حقائق کے اعتراف پر مجبور کریں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے کہ وہ غیر کے وجود کو بحیثیت غیر کے تسلیم ہی نہیں کرتے۔ خود کو شک اور گمان کی ذلت سے محفوظ رکھنے کے لیے ان کے سامنے صرف ایک ہی طریقہ باقی رہتا ہے اور وہ یہ کہ دوسروں کو وہ کالعدم قرار دیں۔ وہ اپنے ایمان و عقیدہ کی موجودگی میں کسی دوسرے کے عقیدہ کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اسلامی اخوت کا مطلب کفار کی نفی کے ساتھ دوسروں کا خاتمہ کرنا ہے۔ اس کے لیے وہ واضح اعتراف کو ضروری نہیں سمجھتے۔ کیونکہ

اعتراف کے بعد پھر غیر کا وجود بھی ثابت ہو جاتا ہے، خواہ ضمنی طور پر ہی سہی مگر مسلمان اس کے لیے بھی تیار نہیں۔“

اس طرح ریمینڈ چارلس نے یورپ کی رواداری کے نام پر اسلامی رواداری کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا مگر یہ عجیب بات ہے کہ لیوی اسٹراس کے ساتھ ساتھ انہوں نے گوبنو کے اقوال سے بھی اپنی کتاب کو مزین کیا ہے گوبنو کونسل پرست نظریات کا امام کہا جاتا ہے جس کے اثرات نازی اور فسطائی تباہ کاریوں کی شکل میں ظاہر ہوئے اور جنوبی افریقہ میں ابھی تک اس کے مضر اثرات قائم ہیں گوبنو نے وسط ایشیا کے مذاہب اور فلسفوں کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ

”لوگوں کے عقیدہ کو سب سے کم اہمیت دینے والا مذہب اسلام ہے قرآن کی تعلیمات کیا ہیں؟ ان کی حقیقت بس اس قدر ہے کہ کسی بھی حالت میں



تعصب سے قائم کرتے ہیں۔ اپنی تائید میں وہ ایک مستشرق کلاڈ لیوی اسٹراس (Clavdelevy Strauss) کے اس قول کو نقل کرتے ہیں کہ

”حقیقت یہ ہے کہ غیر مسلموں سے ربط و ضبط کا تصور ہی مسلمانوں کے لیے اذیت ناک ہے کیونکہ زندگی کے نئے طور و طریق کے مشاہدہ سے قدیم طرز کی ان روایتی زندگی میں خلل پڑتا ہے۔“

وہ آگے لکھتے ہیں کہ ”ان کی رواداری اگر اس کا کوئی وجود ہے حقیقت میں صرف اپنی ذات کی بڑائی کے احساس کا دوسرا نام ہے حریت مساوات

ریمینڈ چارلس نے اپنی کتاب میں فقہ پر مشق ستم کرنے کے بعد اسلامی معاشرہ کے دوسرے بڑے عیب تعصب کی نشاندہی کی ہے۔ حالانکہ اس کے متعلق انصاف یہ کہتا ہے کہ اسلام ایسے معاشرہ کو وجود میں لانا چاہتا ہے جو دینی ذمہ داریوں پر قائم ہو یہ ذمہ داریاں حریت اور ذاتی ارادہ و اختیار کے بغیر ممکن نہیں ہوتیں۔ اسلام نے دوسرے آسمانی مذاہب کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا اور لوگوں کو ایمان و اعتقاد کی آزادی دی اور اس بات پر زور دیا کہ دین میں کوئی جبر اور زیادتی نہیں مگر مستشرقین نے حسب عادت ذمیوں کا مسئلہ اٹھا کر غلط فہمی پیدا کرنے

کی کوشش کی اور اپنے مزاج کے مطابق مسلمانوں اور ان کے زیر اقتدار ذمیوں اور غیر مسلموں کی درجہ بندی اور اکثریت و اقلیت کی بحث کھڑی کر دی حالانکہ اسلامی معاشرہ میں نہ طبقہ واریت ہے اور نہ اکثریت و اقلیت کا کوئی قضیہ ہے۔ یہ تفریق صرف ان معنوں میں ہے کہ ایک طبقہ نے قرآن وحدیث کی تصدیق کی اور ان کو اس حیثیت سے قبول کیا کہ یہ دونوں دنیا و آخرت کی فلاح کے ضامن رشد و ہدایت اور عدل و انصاف کا سرچشمہ ہیں۔ اس کے برعکس ایک دوسرے طبقہ نے اس عقیدہ پر ایمان رکھا جو ان کو اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملا تھا خود مسلمان خواہ اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں مسند اقتدار پر فائز ہوں یا اس سے محروم ہوں اس سے ان کے دین اور اس کے تقاضوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ دوسروں کی معقول باتوں کو قبول کرنے میں جس رواداری کی ضرورت ہے اس پر بھی کوئی زونہیں آتی اور یہ وہ حقیقت ہے جسے ہم دوسرے قدیم یا جدید معاشروں میں نہیں دیکھتے۔

اس کے باوجود ریمینڈ چارلس کے نزدیک اسلامی معاشرہ کا متنازعہ فیہ مسئلہ یہی رواداری ہے جس کا رشتہ وہ

اور رواداری کے نام پر مسلمان صرف ان قدروں پر فخر کرتے ہیں جن کی تلقین قرآن کرتا ہے پھر یہ لوگ تنہا اپنے آپ کو یہ حق دیتے ہیں کہ وہ اپنے اصولوں کو دوسروں پر بھی منطبق کریں۔ رواداری کا حق بھی وہ اپنے لیے محفوظ رکھتے ہیں دوسرے کے لیے اس رواداری کے ہر امکان کو وہ فراموش کرتے ہیں۔ اس طرح یہ لوگ رواداری کے لفظ کو اس کے حقیقی معنوں سے محروم کر دیتے ہیں۔“

ریمینڈ چارلس نے اس باب میں ایک طرف تو لیوی اسٹراس کے اقوال کی شہادت پیش کی ہے اور دوسری طرف انہوں نے ایک اور مستشرق گوبنو (Gobgneau) سے بھی استفادہ کیا ہے حالانکہ لیوی اسٹراس اسلام اور مسلمانوں کے بارہ میں ابتدائی معلومات سے بھی ناواقف ہے لیکن اس ناواقفیت یا جہالت کے باوجود انہوں نے اپنی کتاب ”بئس المدارین“



انسان کے ارادہ و اختیار کی اہمیت نہیں، اہمیت صرف اللہ کے ارادہ و مشیت کی ہے اور اسی کے مطابق وہ ہدایت و گمراہی کی ہدایتیں دکھاتا ہے تو جب یہی اصول ہے تو پھر مسیحیوں اور یہودیوں کو تبدیلی مذہب کے لیے کیسے مجبور کیا جاسکتا ہے۔“

گو بنیو کے ان خیالات کی تحسین کرتے ہوئے ریمینڈ چارلس کہتے ہیں کہ

”ان سے غیر مسلموں کے بارہ میں مسلمانوں کے رویہ اور موقف کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے جو حد درجہ منفی ہونے کے بعد وہ گمراہوں کو راہ راست پر لانے میں بالکل بے بس ہے۔۔۔۔۔ اور آخری بات یہ ہے کہ قرآن اپنی رواداری کو مشروط طور پر پیش کرتا ہے یعنی پہلے قرآن پر ایمان لاؤ پھر اس کی دی ہوئی رواداری کے مستحق بنو بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مسلمان ایک ہی وقت میں روادار بھی ہیں اور متعصب بھی۔“

نے ان اقدار کو نظر انداز کرنے کی یا منادینے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ تاریخ شاہد ہے کہ انسانیت کی ایسی شریف اور پاکیزہ ترین قدریں اتنی مکمل صورت میں یورپ بلکہ دنیا کی کسی تہذیب و ثقافت کے ماضی و حال میں نہیں ملتی۔ یہ محض دعویٰ نہیں بلکہ قدیم زمانہ سے آج تک مشرق و مغرب کے نامور فلاسفر و مفکرین نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ اسلام کی تہذیب انسانیت کے مزاج و خیر سے اس درجہ ہم آہنگ ہے کہ صد ہا برس گزرنے کے بعد بھی وہ آج کے معاشرہ میں ہمارے لیے روشنی کا مینارہ ہے۔ لیکن ریمینڈ چارلس اور لیوی اسٹراس کا علمی پندار اس حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ اسلام کی رواداری اور میانہ روی سادہ اور عام فہم ہے لیکن یہ مستشرقین اس کو الفاظ اور تعبیرات کی پیچیدگیوں میں گم کر دینا چاہتے ہیں۔ اسی لیے وہ اس قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں کہ ”اسلامی رواداری اصل میں تعصب ہے“ اور ”غیر مسلموں کی حریت کا اعتراف دراصل ان کو ختم کر دینے کا ایک بہانہ

نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اسلامی خاندان باپ اور شوہر کی ذمہ داریوں پر قائم ہے لیکن قاری کو اس بات کا اتنا ترس رہتا ہے کہ خاندان میں مختلف لوگوں کے جو فرائض اور واجبات اسلام نے مقرر کر دیے ہیں اور معاشرہ کے ہر فرد پر جو ذمہ داری عائد کی ہے ریمینڈ چارلس اس کو بیان کریں گے۔ اسی طرح قربت داری، صلہ رحمی، اولاد کی پرورش اور تربیت، اقتصادی و معاشی مسائل اور ان کا حل اور خاندان کے تہذیبی و ثقافتی تقاضوں کو بھی وہ پیش کریں گے یا زمانہ جاہلیت کے معاشرہ سے اسلام کو ورثہ میں جو مسائل ملے تھے ان پر کیسے قابو پایا گیا اور پھر جب نئے معاشرہ سے اسلام کا سابقہ ہوا تو ان کی ثقافتی خوبیوں اور برائیوں سے اسلام کیسے عہدہ برآ ہوا۔ ان تمام سوالات کو نظر انداز کر کے انہوں نے اسلامی معاشرت کا مقابلہ فرانسیسی طرز بود و باش سے شروع کر دیا۔ اس ضمن میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ

”ہمارے قدیم قانون میں یہ بات تھی کہ عورت

مرد کی مطیع و فرمانبردار رہے لیکن انقلاب فرانسیسی نے عورت کو قانونی مساوات دی اور بیوی کے حقوق کی تعمین کی اور آخر کار فرانسیسی عورت نے مسلسل جدوجہد کے بعد اپنے حقوق کو حاصل کر لیا۔ لیکن

اسلام کا نظام ازدواج اپنی پرانی شکل پر ہی قائم رہا جو زن و شوہر کے مفادات کو جدا جدا رکھتا ہے۔ چنانچہ بیوی اپنے شوہر کے خاندان میں شامل نہیں ہو سکتی، دونوں کے مالی معاملات بھی الگ الگ ہیں۔ سچ بات تو یہ ہے کہ عورت اور مرد کی اس دوئی اور تفریق میں غلبہ اور اقتدار صرف مردوں کا ہوتا ہے، خاندان کے سربراہ اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے مرد خاندان پر مکمل حاوی رہتے ہیں، عورت کا وجود ضمنی ہوتا ہے۔ خاندان کا سربراہ باہر کے معاملات کے ساتھ گھر کی اندرونی ذمہ داریوں کو بھی دیکھتا ہے، گھر کے مالی حالات کا وہی نگہبان ہوتا ہے، اسی مطلق العنانی کی وجہ سے مسلمان خواتین کو سختیوں اور قربانیوں کی زندگی گوارہ کرنا پڑتی ہے اور انہیں میراث سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔“

**اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے ابتدا سے حریت، رواداری اور احترام آدمیت کی بنیادوں پر اپنے معاشرہ کی دیواروں کو استوار کیا ہے اور انسانیت کی ان اعلیٰ قدروں کو صحیح مقام عطا کیا ہے اس نے ان اقدار کو نظر انداز کرنے کی یا منادینے کی کبھی کوشش نہیں کی۔**

ہے۔“ اس قسم کے خود ساختہ اور مبہم جملے ان کے مبلغ علم کی خود شہادت دیتے ہیں۔

ریمینڈ چارلس نے اسلامی معاشرہ کے تجزیہ میں جن جزئیات کو شامل کیا ہے اگر ان پر بحث کی جائے تو یہ داستان دراز تر ہو جائے گی۔ روزمرہ کی زندگی، دینی و سیاسی فرائض، قضا و تجارت کے معاملات اور خاندان کے مسائل جیسے موضوعات کے ضمن میں انہوں نے ہر جگہ اسی انداز سے بحث کی ہے جس کی نشاندہی ہم اوپر کر چکے ہیں لیکن خاندان کے مسائل، شادی بیاہ اور عورت کی حیثیت پر انہوں نے زیادہ شوق اور جوش سے بحث کی ہے۔

کتاب کا پانچواں باب اسی موضوع پر مشتمل ہے جس میں خاندان کے افراد اور قریب و دور کی رشتہ داریوں پر بحث کرتے ہوئے عام زندگی میں ان رشتوں کی اہمیت اور خاندان و معاشرہ کے وجود و تحفظ کے لیے ان کی موجودگی کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں ریمینڈ چارلس اس

ہم یہاں پر اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں کہ واقعات کی غلط ترجمانی کرنے اور باہم متضاد صورتوں کو اپنی مرضی کے مطابق ایک ہی موقع پر پیش کرنے میں ریمینڈ چارلس اور ان کے ہم نوا ذرا بھی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ اپنے خیالات کے اثرات میں وہ ایسی روایتوں کو بھی آسانی سے قبول کرتے ہیں جن کا علمی درجہ نہایت فروتر اور غیر مستند ہوتا ہے۔ اس کی وجہ بھی وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، یعنی وہ مغرب کی موجودہ تہذیب و تمدن کے معیار پر اسلامی معاشرہ اور اسلامی تہذیب و تمدن کو پرکھتے ہیں اور مغرب کی مادی ترقی کی روشنی میں مسلمانوں کی تہذیب کو پس ماندہ اور کم حیثیت قرار دیتے ہیں۔ پھر مسلمانوں پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ فلسفہ جدید اور دانش نو کی اس مغربی تہذیب کی وہ تقلید نہیں کرتے۔ ہم مستشرقین کے اس موازنہ کو غیر علمی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اس تاریخی حقیقت کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے ابتدا سے حریت، رواداری اور احترام آدمیت کی بنیادوں پر اپنے معاشرہ کی دیواروں کو استوار کیا ہے اور انسانیت کی ان اعلیٰ قدروں کو صحیح مقام عطا کیا ہے اس

ریمینڈ چارلس کے مذکورہ خیالات سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ مسلمان معاشرہ کی کسی وقتی یا محدود خامی اور کوتاہی کا ذکر کر رہے ہیں بلکہ وہ اسلام کے مکمل نظام معاشرت کے بارہ میں یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ یہ معاشرہ انتہائی سخت گیر ہے اور عورتیں اس میں گویا پابہ زنجیر ہیں جب کہ فرانسیسی عورتیں ان کے مقابلہ میں پوری طرح آزاد ہیں۔ حالانکہ ہوتا تو یہ چاہیے تھا کہ اسلامی اصولوں کی روشنی میں وہ معاشرہ کے خاندانی مالی مسائل اور ذمہ داریوں کی تقسیم پر بحث کرتے مگر وہ اسلام کے پیش کردہ حلال اور حرام امور میں بھی فرق نہیں کرتے۔ وہ اپنی بحث کے علمی اور غیر جانب دارانہ ہونے کے مدعی ہیں لیکن یہی دونوں خوبیاں ان کی کتاب میں یکسر مفقود ہیں اسلامی معاشرہ کو اس درجہ بدترین اور مکروہ صورت میں پیش کرنے کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ اصلاً وہ سامراجی قوموں کے غلبہ اور تسلط کے استحکام کے لیے راہیں ہموار کرتے ہیں۔ ان قوموں کا مقصد ہی یہی تھا کہ

حقیقتاً بہت کم پیش آتے ہیں۔ اصول و ضوابط کی تشکیل میں امکانی حالات کو مد نظر رکھا جاتا ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کسی قاضی یا حاکم یا صاحب امر یا ایک عام مسلمان کو ایسی صورتوں سے واقفیت رہے جن میں قرآن و سنت کی روشنی میں حالات اور زمانہ کی رعایت اور عرف و عادت کی مصلحت کے مطابق فیصلے کیے جاسکیں، گوروزمرہ کی زندگی میں اس طرح کے مسائل اور شاذ و نادر حالات کم ہی پیش آتے ہیں تاہم ان کے امکانات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

مگر ہمارے مستشرقین مثلاً بوسکائی، میو اور چارلس وغیرہ نے چند شاذ اور مفروضہ مسائل کو دیکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہی واقعات اسلام کی معاشرتی زندگی کی سچی تصویریں ہیں۔ چنانچہ کسی کتاب کے حاشیہ میں جب ان کو یہ مسئلہ نظر آیا کہ ایک اڈھیر یا بوڑھے شخص کی شادی کسی شیرخوار بچی سے کر دی گئی اور اس کی قانونی حیثیت پر کسی فقیہ نے اپنی کسی رائے کا اظہار کیا تو یہ

اس مسئلہ پر چارلس یہ تبصرہ کرتے ہیں کہ ”ایسے حالات میں قاضی سے رجوع کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ مسلمان کس درجہ شہوات کے تابع ہوتے ہیں اور اس میں وہ شرم و حیا کا بالکل لحاظ نہیں کرتے ہیں۔“..... پھر وہ لکھتے ہیں کہ ”مسلمان محبت اور مباشرت میں تمیز نہیں کرتا“ خالی پیٹ سے اٹھنے والی گرمی ایسے لوگوں کی طبیعت میں اور جوش پیدا کر دیتی ہے جو اپنی شہوانیت پر قابو نہیں رکھ پاتے“ آج حالت یہ ہے کہ تمام اسلامی ملکوں میں فقر و فاقہ عام ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں کہ کیا عشق و محبت کا یورپی نمونہ مسلمانوں کو ان کی بیمیت سے نجات دلا سکتا ہے؟“

چارلس کی ایسی تحریروں کو دیکھ کر ناطقہ سرگرمیاں ہے جن کو دیکھ کر مستشرقین کے ذہنی افلاس پر ماتم کرنے کے علاوہ اور کیا کیا جاسکتا ہے۔ یورپ کی جنسی اتار کی کو عشق و محبت کا مثالی نمونہ فرانسیسی استشرق کا حسن کرشمہ ساز ہی قرار دے سکتا ہے۔ اسلام کی معاشرتی زندگی پر بحث کرتے ہوئے چارلس نے یہ بھی لکھا ہے کہ

**مگر ہمارے مستشرقین مثلاً بوسکائی، میو اور چارلس وغیرہ نے چند شاذ اور مفروضہ مسائل کو دیکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہی واقعات اسلام کی معاشرتی زندگی کی سچی تصویریں ہیں۔**

”اسلام ایک مستبد اور ظالمانہ مذہب ہے۔“..... ”اسلام میں کبھی حرام کام بھی جائز ہو جاتا ہے اور بعض صورتوں میں تو وہ واجب بھی ہو جاتا ہے“ اس سے مسلمانوں کی قساوت قلبی کا اندازہ ہوتا ہے۔“..... ”مسلمان وحشی ہیں، قتل کرنا ان کا شیوہ ہے، ذبح کرنا ان کی عادت ہے، وہ ایذا رساں ہیں حتیٰ کہ دشمنوں کا گوشت کھاتے ہیں۔“

ریمینڈ چارلس نے اپنے مطالعہ و تجزیہ میں کہیں بھی اسلامی تہذیب و ثقافت کی کسی خوبی یا امتیاز یا کسی خوبصورت مثال کا مشاہدہ نہیں کیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ

”اسلام نے زندگی کو وجدانیت سے محروم کر دیا ہے اس لیے ثقافت کا مسلمانوں کے معاشرہ میں گزری نہیں۔“..... وہ اسلامی فلسفہ کے وجود کے منکر ہیں اور انہیں عربی ادب کا کوئی قابل ذکر نمونہ اور امتیاز دکھائی نہیں دیتا۔ ان کی نظر میں ”یہ ادب نہایت درجہ لغو ہے۔“ وہ کہتے ہیں کہ ”عربی ادب

مستشرقین یہ سمجھنے لگے کہ اسلام میں اس قسم کی شادی جائز اور عام طور سے رائج ہے حالانکہ ان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام نے ازدواج کے لیے بلوغ کو بھی ایک شرط قرار دیا ہے۔ اسی طرح کسی کتاب میں نکاح متعہ کے بارہ میں رائے زنی کی گئی تو ان مستشرقین نے سارے مسلمانوں کے بارہ میں یہ رائے قائم کر لی کہ یہ تو جانوروں کی طرح اپنی خواہشات کے اسیر ہیں۔ اس قسم کے الزامات عائد کرنے سے خود ان مستشرقین کی پست ذہنیت اور رکیک طبیعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایک جگہ ریمینڈ چارلس لکھتے ہیں:

”جو عورت شوہر کی زیادہ قربت و اتصال سے اذیت محسوس کرے وہ قاضی سے اوقات کی تعیین و تحدید کے لیے مدد کی طالب ہو سکتی ہے اب اگر شوہر اس تحدید پر قناعت نہ کرے تو عورت کے لیے طلاق کا مطالبہ جائز ہو جاتا ہے۔“.....

اسلامی ملکوں پر قبضہ کرنے کے بعد وہ اسلامی معاشرہ کے تقدس کو پامال کریں لیکن اس کوشش میں ان کو مسلمانوں سے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا ہوتا تھا“ مستشرقین اس حقیقت سے بخوبی واقف

ہیں کہ اس مزاحمت کا اصل سبب اسلام کی تعلیمات اور پاکیزہ مذہبی روایات ہیں اور شرم و حیا و عفت و عصمت کا تصور اور جسم و روح کی پاکیزگی ہے لیکن اس کا اعتراف مستشرقین کے لیے اپنی شکست کا اعتراف ہے اس لیے انہوں نے اسلامی معاشرہ کی اس قدر مکروہ تصویر پیش کی اور شرم و حیا اور عفت و عصمت کی پاکیزہ قدروں کے اعتراف کی بجائے انہوں نے فقہ کی کتابوں اور ان کے حواشی سے کچھ شاذ اور استثنائی مفروضہ صورتوں کو منتخب کیا، سو قیانہ اور غیر معیاری افسانوں کی کتابوں سے چند واقعات کو اخذ کیا اور ان کی مدد سے انہوں نے اسلامی معاشرہ کے خد و خال کو داغدار کر کے پیش کیا، کیا یہی عادلانہ اور منصفانہ علمی تحقیق ہے؟

فقہ اسلامی کا ہر طالب علم یہ جانتا ہے کہ فقہاء نے مسائل اور ان کے حل کی تدوین میں ایسے بہت سے مسائل اور مفروضوں کو پیش کیا ہے جو انسانی زندگی میں

میں کسی جدید اور نادر خیال کا وجود ہی نہیں۔“ اسلام کی عدالت و سیاست کو وہ ”امراء و حکام کی مطلق العنانی بتاتے ہیں۔“ ..... ”اسلامی جمہوریت ایک فرضی چیز ہے کیونکہ حکومت اور قانون سازی کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے وہی تنہا حاکم و کارساز ہے حکومت اسی کی ہے وہ جسے چاہے دے۔ (اس میں جمہور کا کیا دخل؟)

”اسلامی مساوات صرف اللہ کے سامنے صف بستہ کھڑے ہونے کا نام ہے اس میں اور واقعی مساوات میں فرق ہے۔ اسلامی مساوات سے دینی جوش ضرور پیدا ہوتا ہے، مالداروں اور غریبوں میں برادرانہ تعلقات کا وجود ہو سکتا ہے لیکن ان تعلقات سے غریبوں کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا یہ مساوات ظاہری جسمانی حدودوں سے آگے نہیں بڑھتی ہیں دنیا کے سارے مذاہب میں اسلام ہی وہ مذہب ہے جس میں جمہوریت سب سے کم ہے۔“

مستشرقین کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ وہ اپنی تحریروں میں ایک دوسرے کے اقوال نقل کرتے ہیں اور اپنے ہم مشرب مستشرق کے بارہ میں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس موضوع پر اس کا مطالعہ اور اس کی رائے کی حیثیت حرف آخر کی ہے۔ ریمنڈ چارلس فخر کے ساتھ لیوی اس کے اقوال نقل کرتے ہیں بدلہ میں لیوی اسرار اس اپنی کتابوں میں چارلس کی رایوں اور خیالات کو تحسین آمیز کلمات کے ساتھ درج کرتے ہیں۔

ریمنڈ چارلس نے اپنی مذکورہ کتاب میں مسلم معاشرہ کی پستی و غلبت کے تین اہم اجزاء کی نشاندہی کی تھی ایک تو فقہ دوسرے تعصب اور تیسرے تقدیر اور خدا کی مشیت پر مسلمانوں کا ایمان ہم نے فقہ اور تعصب پر ان کی بعض رایوں سے قارئین کو روشناس کرایا ہے۔ تقدیر کے متعلق ریمنڈ چارلس نے پہلے تو یہ تمہید باندھی کہ پس ماندگی فقر و جہالت تہذیب کی بے مانگی جیسے معاشرتی امراض کی اصل وجہ اسلام ہے۔ پھر انہوں نے تائید میں ایک اور مستشرق جبرالڈی برنس کے اس قول کو نقل کیا کہ ”مسلمانوں کے معاشرہ کی پستی کے دو اسباب واضح ہیں: ایک تو قضاء و تقدیر پر ان کا ایمان دوسرے سرمایہ داری سے مکمل اجتناب۔ ان دونوں باتوں سے ایسے نتائج سامنے آتے ہیں جو

اسلام کی اقتصادی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ دراصل اسلام اقتصادی روابط کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر ہے اسی لیے وہ اقتصادی ترقی کے فیوض سے نا آشنا ہے۔“

جبرالڈی برنس کے اس قول کو پیش کرنے کے بعد ریمنڈ چارلس نے ایک دوسرے مستشرق رینی جنڈریم کے خیالات سے بھی استفادہ کیا ہے۔ جنڈریم نے الجزائر میں فرانسیسی استعمار کے وجود کو ستائش کی نظروں سے دیکھا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ الجزائر کے قدرتی اور معدنی وسائل سے مسلمان اپنی پست ہمتی کی وجہ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے:

فقہ اسلامی عصبيت اور مسئلہ قضاء و قدر پر ان مستشرقین کے خیالات اس قدر سطحی ہیں کہ ان کی تردید کے لیے بھی طبیعت آدہ نہیں ہوتی کہ اسلام علم و عمل کا مذہب ہے۔ ماضی میں اور آج کے زمانہ میں بھی اسلامی تہذیب و ثقافت انسانی عظمت و شرف کا مثالی نمونہ ہے۔ پس ماندگی کی اصل وجہ اگر اسلام ہوتا تو مسیحیت بودھ مت ہندو دھرم اور مارکزم کے زیر سایہ ملکوں میں کیوں پس ماندگی ہے؟ اسلام کے معاشرتی نظام کی بنیادیں حریت مساوات اخوت قرابت کے پاس و لحاظ اور تمام افراد کے حقوق و فرائض پر استوار ہیں یقیناً ایسا ہی معاشرہ انسانی فوز و فلاح کا ضامن ہو سکتا ہے لیکن اسلامی تعلیمات اور اسلام کے مزاج کو سمجھے بغیر اسلامی معاشرہ کے تجزیہ کی کوشش کی جائے گی تو اس کا نتیجہ وہی ہوگا جو ان مستشرقین کی کتابوں میں نظر آتا ہے۔

### بقیہ معذوروں اور ضعیفوں کے حقوق

کرو مہربانی تم اہل زمین پر خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر اسلامی تاریخ میں ان ضعیفوں نے وہ کارنامے انجام دیے جن کے تصور سے آج کے دور کا صحت مند انسان حیران ہے۔ مثال کے طور پر عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر موجودگی میں آپ کی جانشینی کرنا و امامت کا فریضہ انجام دینا جنگ قدسیہ میں اسلام کی سر بلندی کے لیے حاضر ہونا وغیرہ۔ نیز سیدنا عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ جو کہ ایک لنگڑے تھے اپنے لنگڑے پیر کے ساتھ جہاد میں شریک ہو کر شہادت کا درجہ حاصل کیا۔ (اسد الغابہ)

کم سن صحابہ کی ایک بڑی تعداد نے اسلام کی بڑی خدمتیں انجام دیں انہی میں سے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بڑے مجتہد تھے۔ قرآن مجید کے حفاظ میں سے تھے۔ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جمع قرآن کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا۔ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کم سن ہی میں ہی فوج کی قیادت کرنے لگے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے دعوت الی اللہ کی خاطر یمن کا رخ کیا۔ اہل یمن انہی کی کوششوں سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے مدینہ میں اسلام پھیلنا شروع ہوا۔ حضرت العلامہ شیخ ابن باز کی ذہانت فطانت علمی و دعوتی اور سماجی خدمات کا زمانہ تحریف ہے۔ جبکہ یہ بھی ناپید تھا امام جج شیخ عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بھی ناپید ہیں جو کہ مسلسل ۳۵ سال سے خطبہ حج ارشاد فرما رہے ہیں۔ انفرش اسلام میں ان ضعیفوں اور کمزوروں کی بڑی اہمیت ہے اسلام ان کے جذبات و احساسات کی قدر کرتا ہے ان کی ہمت افزائی بھی کرتا ہے کسی کو معمولی سمجھے کو گناہ تصور کرتا ہے۔

اہل ایمان کی دولت میں ان ضعیفوں اور معذوروں کا بھی حق مسلم ہے۔ یہ حق مال زکوٰۃ سے الگ ہے۔ ان معذوروں کی ضروریات کی تکمیل صالح اولاد و صالح معاشرہ بلکہ حکومتوں کی اہم ذمہ داری ہے۔ حالات کے اعتبار سے ان کی خاص خاص ضرورتوں میں سے مندرجہ ذیل چیزوں کا مہیا کرنا مثال کے طور پر کسی لنگڑے کے لیے جیساگی کا انتظام کسی کے لیے ذیل چیزیں مخصوص سائیکل، موٹر سائیکل، مصنوعی اعضاء کی پیوند کاری ان معذوروں کی تعلیم و تربیت کا انتظام و انصرام میکینیکل ٹریننگ سنٹرز، ایئر بریوں کا قیام گوگلوں بھروں کے لیے خصوصی تعلیم و تربیت، چھوٹی چھوٹی دکانوں کے افتتاح سے معاشی استحکام صنعت و حرفت کے ذریعہ ان ضعیفوں کی معیشت کا دروازہ کھولا تاکہ وہ کسی پر بوجھ نہ بن سکیں بھیک نہ مانگیں۔ یہ تصور غلط ہے کہ ان کمزوروں کو صدقہ کا مال ہی کھلایا جائے بلکہ ان ضرورت مندوں کو خود کفیل بھی کیا جاسکتا ہے۔ انہیں معاشرہ میں خود دار بنایا جاسکتا ہے۔ غریبی کا خاتمہ ایسے بھی ممکن ہے کہ ان بے کسوں اور بے سہارا لوگوں کو سہارا دیا جائے۔ انہیں ان کی صلاحیتوں کے مطابق زندگی کی اس دور میں شامل کیا جائے۔ اسلام نے صاف اعلان کیا کہ کوئی کسی کو ہرگز حقیر نہ جائے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ کسی مسلمان کے لیے اتنی برائی ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ (مسلم)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں صحت و سلامتی کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق بخشے اور معاشرہ کے کمزور طبقہ کے ساتھ ہمدردی کرنے اور ان کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین!



نے اسی من سبت سے غزوۃ الاحزاب کا نام دیا ہے۔ تیسرا بڑا اتحاد اس وقت سامنے آیا جب فرانس، برطانیہ، جرمنی، اٹلی اور کئی دوسرے یورپی ممالک نے مل کر جون 1099ء کو چلیس روز تک بیت المقدس کا محاصرہ کیا اور بعد ازاں یہ شہر پر قابض ہو کر مسلمانوں کا قتل عام کیا، بعد ازاں کئی اتحاد بنے اور ٹوٹے خصوصاً جنگ عظیم اول کے دوران دنیا واضح طور پر دو باکوں میں منقسم ہو چکی تھی جس میں خلافت عثمانیہ کا شیرازہ بکھیر دیا گیا۔ اسی طرح جنگ عظیم دوم میں بھی جو استبدادی دور کہلاتا ہے جس کی قیادت برطانیہ کے ہاتھ میں تھی تاہم دوسری جنگ عظیم کے بعد برطانیہ اقتصادی بدحالی کا شکار ہو گیا اور قیادت امریکہ کو سونپ دی گئی۔ ستمبر 1948ء کو فرانس، بلجیئم، برطانیہ اور نیدر لینڈ نے مل کر برسلز شہر میں ایک دفاعی معاہدہ کیا جو "NATO" کے نام سے معروف ہے جسے 14 اپریل 1949ء کو وسعت دی گئی اور اب اسے 28

تاجکستان اور مشرق وسطیٰ سے سعودی عرب، بحرین، اردن، سلطنت عمان، قطر، متحدہ عرب امارات، کویت، لبنان، یمن، فلسطین اور افریقہ ممالک میں سے اری ٹیریا، بنین، نیونس، ٹوگو، چاڈ، جیبوتی، سوڈان، سیرالیون، صومالیہ، کوئے ڈی آنوری، گنی، بون، لیبیا، مصر، موریطانیہ، مالی، مراکش، نانجیر، نانجیریا، کومورو اور یوگنڈا۔ ان میں صرف 14 ممالک ایسے ہیں جو باقاعدہ فنڈنگ بھی کرتے ہیں جبکہ 9 ممالک ایسے ہیں جو فنڈنگ کے ساتھ ساتھ اسے فعال بنانے اور فوجی کردار ادا کرنے کیلئے بھی تیار ہیں۔ باقی ممالک کی اس میں شرکت صرف علامتی سی ہے۔ یہ اتحاد 620000 افراد، 1032 جنگی طیارے اور 3000 لڑاکا ٹینک رکھتا ہے دیگر اسلحہ اس کے علاوہ ہے۔ عالمی سطح پر اس اتحاد کا خیر مقدم کیا گیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ عالم اسلام میں بھی اس کا بھرپور طریقے سے خیر مقدم کیا جاتا مگر بدقسمتی سے ایسا نہ ہوا۔ اس کے برعکس ایران نواز ایک عراقی ممبر پارلیمنٹ نے اپنے خبث

اور انہیں وہاں کوئی شکایت نہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ اخبار ”الشرق الاوسط“ کے مطابق سعودی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھنے والی آراکو کمپنی کی نگران انتظامیہ کا سربراہ انجینئر نظمی النصر بھی اہل تشیع سے تعلق رکھتا ہے۔ روزنامہ ”الریاض“ کے مطابق مملکت کی طرف سے 1947ء سے 1964ء تک ایران میں سعودی سفیر حمزہ غوث بھی شیعہ تھے جن کے ایک طرف ایرانی مذہبی پیشواؤں سے خصوصاً ”آیت اللہ بروجری“ سے خوشگوار تعلقات تھے تو دوسری طرف انکی سعودی عرب سے حب الوطنی بھی مثالی تھی۔ عالمی سطح پر سعودی عرب کے خلاف یہ ابہام اس وقت پیدا کیا گیا جب 2016ء کے شروع میں شیخ باقر النمر کو پھانسی دی گئی۔ لیکن یہ میڈیا اس حقیقت کو کیونکر بھول گیا کہ شیخ باقر النمر کو اکیلے پھانسی نہیں دی گئی بلکہ کل 47 لوگوں کو پھانسی دی گئی تھی جن میں 44 سنی المسلمک تھے۔ درحقیقت سعودیہ میں شیعہ مسلک کو کوئی خطرہ لاحق نہیں بلکہ اس سے اگر خطرہ ہے تو

**درحقیقت سعودیہ میں شیعہ مسلک کو کوئی خطرہ لاحق نہیں بلکہ اس سے اگر خطرہ ہے تو صرف ان ایرانی عزائم کو ہے جسے وہ فروغ دیتے ہوئے اپنی عظمت رفتہ کی تلاش میں ہے۔ درحقیقت ایران اپنی ماضی کی شان و شوکت کو بھول نہیں پایا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی شہروں، صوبوں اور بحری گزرگاہوں کے نام انہی بادشاہوں کے ناموں پر رکھے گئے ہیں مثلاً ایک صوبے کا نام ہرمزگان اور دوسرے کا یزد (یزدگرد) جبکہ بحری گزرگاہ کا نام ”آبنائے ہرمز“ ہے جس کیلئے وہ خلیج ریاستوں میں افراتفری پھیلا کر اپنی وسیع تر سرکری ریاست کی بحالی چاہتا ہے۔ جہاں تک انقلاب کا تعلق ہے تو وہ صرف اسی صورت میں قائم رہتا ہے جب عوام اس کے معاشی، سماجی اور سیاسی فوائد سے براہ راست مستفید ہو رہے ہوں، زبردستی مسلط کیا جانے والا انقلاب جلد ہی عدم استحکام کا شکار ہو جاتا ہے روس کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ چنانچہ ایران کی بھی صورتحال کچھ اس سے مختلف نہیں کیونکہ وہاں غربت، ناداری اور افلاس عام ہے۔ ہر جگہ قدم قدم پر**

سکیورٹی کے نام پر تلاشی، کئی طرح کے فوجی ونگز (military wings) جو سفاکی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اور معمولی جرائم کی پاداش میں سزائے موت، یہ سب اسی بوکھلاہٹ کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ چنانچہ اسی بوکھلاہٹ کی شدت میں کمی لانے کیلئے امریکہ سے معاہدہ کیا گیا جس کی رو سے ایٹمی پروگرام سے دستبرداری کا اعلان کیا گیا تاکہ عوامی بے چینی کو کم کیا جاسکے۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر ایران اپنے توسع پسندانہ عزائم کی تکمیل میں جو ہتھیار استعمال کر رہا ہے وہ ایک تو نسل پرستی کا ہے جبکہ دوسرا مسلکی اختلاف ہے۔ جہاں تک نسلی تعصب کی بات ہے تو اس نے عوام کو سلوگن یہ دیا ہے کہ ہم آریں ہیں جو ایک عظیم نسل ہے۔ چنانچہ اس کے تحت وہ عربوں کے خلاف اپنے عوام میں نفرت کے بیج بو رہا ہے جس کا مظاہرہ ایران میں گاہے گاہے دیکھنے کو ملتا رہتا ہے۔ جیسے 29 اکتوبر 2016ء کو ایرانی بادشاہ ”کورش“ کی برسی مناتے ہوئے عوام عربوں کے خلاف مظاہرے کر رہے تھے اور

ہاتھوں میں کتبے اور بینرز اٹھا رکھے تھے جن پر تحریر تھا کہ ”ہمارا معبود اور عربوں کا معبود الگ ہے۔“ جب کہ کچھ پر یہ تحریر تھا کہ ”ہر چیز اللہ کے ہاتھ میں ہے جبکہ ہر مصیبت عربوں کے ہاتھ میں ہے۔“ شاید یہ اسی نسلی تفاخر کا

نتیجہ ہے کہ مہاتما گاندھی کو آریائی نسل سے ہونے کی بنا پر ایک عظیم لیڈر، بہرہ ور فلسفی کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ جب کہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رضی اللہ عنہ کو محض اقبال لاہور کے نام سے متعارف کرایا جا رہا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایران اور بھارت کے درمیان جو تعلقات ہیں ان کی بنیاد بھی اسی فلاسفی پر ہو اور مختلف ممالک سے شام اور عراق جا کر لڑنے والوں کی متیں بھی شاید اسی لئے وہاں کے قبرستان میں دفن نہیں ہونے دی جاتیں۔ جیسا کہ ضلع جھنگ کا ایک رہائشی اپنے دو بیٹوں کو جو عراق جنگ میں ہلاک ہو گئے تھے بہشت زہرا قبرستان میں دفن کرنا چاہتا تھا مگر اسے اس کی اجازت اس لیے نہ دی گئی کہ وہ تمہارے لیے خارجی قبرستان ہے تو وہ انکی نعشیں پاکستان لے آیا تھا کیونکہ اس تفریق کے پیچھے بھی یہی کارستانی پنہاں ہے۔ لیکن جب اس پر فریب نعرے کے بعد ایرانیوں کو اپنے پیاروں کی لاشیں وصول کرنا پڑیں تو وہ سراپا احتجاج بن گئے۔ جیسا

باطن کا اظہار کرتے ہوئے اس کو فرقہ وارانہ اتحاد قرار دیا۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے تو حکومتی سطح پر پاکستان فوجی اور مالی کردار ادا کر رہا ہے مگر یہاں کا میڈیا ایک طرح کا طوفان بدتمیزی برپا کیے ہوئے ہے۔ مجموعی طور پر اس کے پروپیگنڈے کا انحصار درج ذیل نکات پر ہے:

بقول اسکے یہ شیعہ سنی قضیہ ہے، ایران شیعہ اور سعودی عرب سنی لوگوں کی نمائندگی کرتے ہیں لہذا اگر پاکستان ان میں شامل ہوتا ہے تو گویا فرقہ واریت کو مزید ہوا ملے گی اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میڈیا کے اس اعتراض کا تفصیل سے جائزہ لیا جائے۔

جہاں تک پہلے اعتراض کا تعلق ہے کہ یہ شیعہ سنی اختلافات کا شاخسانہ ہے تو حقائق اسکی نفی کرتے ہیں کیونکہ شیعہ کیونکی سعودی عرب میں بھی آباد ہے۔ سعودی عرب کے القطیف، الاحساء جیسے شہروں میں درجنوں کاروباری حضرات تاجر انجینئر اور اساتذہ وہاں کی ترقی اور خوشحالی میں مثالی کردار ادا کر رہے ہیں اور وہ سعودی حکومت سے خوش گوار تعلقات رکھتے ہیں۔ وہ عقائد اور دیگر معاملات میں آزادی کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال مرحومؒ سے بھی ہوئی تھی۔ ملاقات کے دوران علامہ اقبال مرحومؒ نے اپنا تازہ کلام نظم کی صورت میں ہمیں سنایا اور پھر اکٹھے کر کے چائے بھی پی تھی۔

بابا جی گورداسپوریؒ، قاضی سلیمان سلمان منصور پوریؒ کے بھی روحانی جانشین تھے کیونکہ وہ بٹالہ ضلع امرتسر میں جس مدرسہ سے فارغ التحصیل تھے وہ قاضی سلیمانؒ کا ہی جاری کردہ مدرسہ تھا۔ جہاں اُن کے اُستاد مولانا عطاء اللہ شہید جیسی عظیم ہستی تھی۔ ڈاکٹر خالد ظفر اللہ صاحب تاریخ اہل حدیث جلد دوم کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ استاد ی شاگردی شاید عمل مکافات میں سے ہے۔ جناب ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کے والد گرامی جن کی جدائی کا زخم ابھی تازہ تازہ ہے، بقیۃ السلف، بابائے تبلیغ حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداس پوری (مئی ۲۰۱۲ء) رحمہ اللہ و رحمۃ واسعۃ راقم السطور کے دادا جان حضرت مولانا عطاء اللہ شہید (۱۹۴۷ء) کے شاگرد رشید تھے۔

بابا جی گورداسپوریؒ، مولانا سید داود غزنویؒ کے بھی روحانی جانشین تھے کیونکہ بور یوالا شہر کی جس مسجد میں آکر بابا جیؒ نے اپنی عمر عزیز کے ۶۳ سال گزار دیے تھے اُس میں جو مدرسہ دینی تعلیم کے لئے ۱۹۵۶ء میں جاری کیا تھا اُس کا افتتاح مولانا سید داود غزنویؒ بحیثیت امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان نے ہی کیا تھا اور تین روزہ سالانہ کانفرنس منعقدہ بور یوالا میں اکثر جمعۃ المبارک کا خطبہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ (جاری)

### ضروری اعلان

مولانا عبدالرحمن سلفی امیر اور مولانا عبدالستار علی پوری ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع مظفر گڑھ نے سابقہ تمام ترکیبے منسوخ کر دیے ہیں۔ آئندہ ۲۰ شعبان کے بعد مدارس کے معائنے کے بعد نئے ترکیبے جاری کیے جائیں گے۔ (مولانا حکیم عبید اللہ سبحان ناظم ضلعی مالیات)

### درخواست دعائے صحت

مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع اوکاڑہ کے امیر مولانا عبدالباقی اوکاڑوی کی اہلیہ محترمہ علیل ہیں اور لاہور کے ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ قارئین! محترمہ کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔

دعا گو: عمران مجاہد فیروز ڈٹو

ہیں اور انکا وہاں قیام کا دورانیہ 45 سے 55 ایام ہوتا ہے اور اس کے عوض انہیں تقریباً 1300 ڈالرز ملتے ہیں۔ اس مذہبی اور نسلی اختلاف و امتیاز کے پرفریب نعرے اور معاشی مراعات کے باوجود بہت سے عرب راہنما بقول سابق امریکی صدر جان ایڈمز Facts immovable objects (حقائق کھٹے کے محتاج نہیں ہوتے) اس حقیقت کو سمجھ چکے ہیں کہ زمینی حقائق کیا ہیں؟ اور ایران کے مقاصد کیا ہیں؟ عرب و عجم کی حقیقت کیا ہے؟ لہذا صاحب بصیرت، جہاندیدہ اور دور اندیش شیعہ راہنما ایران کے توسیع پسندانہ عزائم سے شناسا ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اب ایران کے خلاف مزاحمت کر رہے ہیں جیسا کہ عراق میں جب ایران حد سے زیادہ مداخلت کا مرتکب ہوا تو عراقی شیعہ راہنما آیت اللہ سیستانی بھی کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ایران عربوں میں بے جا مداخلت بند کرے عربی شیعہ خود اپنے معاملات حل کر لیں گے۔ اسی طرح جب یمن میں سعودی عرب کا گھیراؤ کرنے کے لیے حوثی باغیوں نے ایرانی عسکری ماہرین کی راہنمائی میں پیش قدمی کی تو دیگر قبائل کے ساتھ زیدی شیعہ قبیلے، الاحمر، کے جنرل علی محسن الاحمر نے بھی چھ مختلف مقامات پر حوثیوں کی مزاحمت کی۔ اپریل 2015ء کو امام کعبہ شیخ خالد الغامدی کے اعزاز میں لاہور کے ایک ہوٹل میں مرکزی جمعیت الحمدیث پاکستان کے زیر اہتمام جناب پروفیسر ساجد میر صاحب کی قیادت میں ایک عظیم الشان ظہرانے کا اہتمام کیا جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء مدعو تھے جن میں پاکستان کے شیعہ راہنما ڈاکٹر غلام حسین اکبر بھی حرمین شریفین کے تحفظ کے لیے امام کعبہ کے ساتھ ہاتھوں میں ہاتھ ملائے کھڑے تھے جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ یہ فرقہ واریت کا نہیں بلکہ خالصتاً جغرافیائی اور سیاسی مسئلہ ہے جسے جانچنے کیلئے سیاسی حقائق کو مد نظر رکھنا چاہیے۔



### یادِ رفیقان

### بقیہ

میں قرآن کے تمیں پارے میں نے اسی طرح حفظ کر لیے۔ بابا جیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں میرسیالکوٹی صاحب کے پاس پڑھتا تھا تب ایک بار ہماری ملاقات

کہ حال ہی میں سرکاری سطح پر شام میں تقریباً ایک ہزار سے زائد ایرانی فوجیوں کی ہلاکت کا اعلان کیا گیا تو عوام کی طرف سے شدید رد عمل سامنے آیا۔ جسے ٹھنڈا کرنے کیلئے آیت اللہ خامنہ ای صاحب کو یہ کہنا پڑا کہ اگر ہماری فوج بیرون ملک اپنے دشمنوں سے برسر پیکار نہ ہوتی تو اپنے ہی وطن میں امریکی ایجنٹوں سے لڑ رہی ہوتی۔ یہ تلخ حقیقت بہت سے رازوں کا پردہ چاک کر رہی ہے۔ لیکن جب جانی نقصان ناقابل برداشت ٹھہرا تو مسلکی اختلاف کو بطور ہتھیار استعمال کرتے ہوئے برطانوی اخبار، وال سٹریٹ، کے مطابق یہ نعرہ کہ،، ایران سے باہر رہنے والے شیعہ مسلمان ایران سے ہی تعلق رکھتے ہیں اور وہ جن ممالک کے شہری ہیں انکا اس سے کوئی تعلق نہیں،، بلند کرتے ہوئے مذہب کا سہارا لیا گیا۔ کیونکہ مذہب کے نام پر انسانی جذبات سے کھیل کر اپنے نظریات کی تکمیل کافی حد تک ممکن ہو جاتی ہے۔ اس لئے مختلف ممالک میں،، اللہ، حزب اللہ اور انصار اللہ،، اور،، انصار الحسین،، کے نام سے سخت غیر عسکری گروپ قائم کئے گئے ہیں جنہیں فکری تربیت کے ساتھ ساتھ حربی پرداخت سے آراستہ کرتے ہوئے انہی ممالک کی حکومتوں کے مد مقابل لا کھڑا کیا گیا جو ایک طرف اپنی ہی ریاستوں میں اپنے ہی بھائیوں کے خون سے ہاتھ رنگیں کرتے ہوئے انکے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کا ذریعہ بننے لگے تو دوسری طرف ایرانی نفوس کے ضیاع میں بھی کمی آنے لگی۔ چنانچہ فنانشل ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق شام کے شہر حلب میں لڑنے والی فوج میں تقریباً 5000 فوجی غیر ملکی تھے جن کا تعلق عراق، لبنان، ایران، افغانستان اور پاکستان سے تھا۔ لیکن جب عرب گھرانوں میں پے در پے مہمیں پہنچنے لگیں تو اس نظریہ پر بھی انگشت نمائی ہونے لگی کہ آیا ہمیں دوسرے ممالک میں جا کر لڑنا چاہیے؟ جیسا کہ حزب اللہ کے ایک کمانڈر کی میت بیروت کے نواحی گاؤں یحییٰ تو بالکل اس جیسا رد عمل سامنے آیا تھا جو شام میں لڑتا ہوا ہلاک ہوا تھا۔ پھر مذہبی جذبات کے ساتھ ساتھ لوگوں کی غربت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مالی مراعات اور ایرانی شہریت کا لالچ دے کر لڑایا جا رہا ہے۔ فنانشل ٹائمز کے صحافی ایریکا سلمان لکھتے ہیں کہ عراقی شہر بصرہ کے باسی غربت و افلاس کے ہاتھوں مجبور شام میں لڑنے جاتے



مختصر: جناب مولانا عبدالمکث مجاہد

## عیسائیت سے اسلام تک کا سفر

رکھتے، مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار نہیں ہیں، ان سے محبت اور مودت سے پیش آیا جائے:

”اللہ تعالیٰ آپ کو ان دنوں سے منع نہیں کرتا جنہوں نے دین کی وجہ سے آپ سے لڑائی نہیں کی، نہ آپ کو گھروں سے نکالا ہے۔ آپ ان سے نیکی کریں، آپ ان سے انصاف کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“ (المائدہ)

میری ایک مسلمان لڑکی سے بڑی گہری دوستی تھی۔ ہم ہر وقت اکٹھی رہتیں، کلاسز میں بھی ہماری نشستیں ساتھ

سواء ایک مصری لڑکی تھی۔ اس کا تعلق مصر کے قطبی عیسائیوں سے تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام قبول کرنے کی سعادت بخشی۔ وہ اسلام کی حقانیت سے کیسے آگاہ ہوئی۔ سچائی تک پہنچنے کے لیے کن مراحل سے گزری۔ اسے کن چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا خود سنا کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

میں نے ایک عیسائی قطبی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ ہمارے خاندان میں اپنے مذہب کے بارے میں انتہا درجے کا تعصب پایا جاتا تھا۔ ہمارے گھر کے بڑوں کا ہمہ وقت موضوع سخن اسلام اور مسلمان دشمنی ہوتا تھا۔

میرے والدین مجھے باقاعدگی سے ہر اتوار کو چرچ بھیجتے۔ میں پادری کے ہاتھوں پر بوسہ دیتی۔ چرچ سرورمز میں حصہ لیتی۔ پوجا پاٹ کے بعد پادری ہمیں لیکچر دیتا کہ قطبی عیسائیوں کے علاوہ

سب لوگ گمراہ ہیں۔ ہمارے علاوہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہیں کیونکہ سب ملحد اور بے دین ہیں۔

میں پادری کی باتوں کو دوسرے بچوں کی طرح سرسری انداز میں سنتی۔ جس انداز کا تعصب وہ ہمارے اندر پیدا کرنا چاہتے تھے وہ کبھی پیدا نہ ہوسکا اور ہم اپنی مسلمان سہیلیوں اور کلاس فیلوز کو دشمن کے روپ میں دیکھنے پر کبھی خود کو آمادہ نہ کر پائے۔ چرچ سے نکلتے ہی کھیلنے کے لیے میں سیدھی اپنی ایک مسلمان سہیلی کے ہاں چلی جاتی۔

اب میں آہستہ آہستہ بڑی ہو رہی تھی۔ میری آنکھیں مزید کھلنے لگیں۔ مجھے اپنی مسلمان سہیلیوں کی عادات و اطوار بہت اچھے لگتے۔ وہ میرے ساتھ بہنوں کی طرح پیش آتیں۔ مذہبی فرق کے باوجود انہوں نے کبھی تعصب یا نفرت کا اظہار نہیں کیا۔ بعد میں مجھے پتا چلا کہ یہ قرآن مجید کا حکم ہے کہ جو کافر مسلمانوں سے دشمنی نہیں

باتوں سے تمہیں مسلمانوں کے بارے میں دھوکے میں نہیں آنا چاہیے۔ ہم بڑے جانتے ہیں کہ مسلمانوں کی اصل حقیقت کیا ہے۔ میں اس غیر منطقی جواب سے قطعی مطمئن نہ ہوئی، لیکن پھر بھی اپنی معللہ کے ذریعہ سے خاموش رہی۔

اچانک مجھے ایک انتہائی اذیت ناک صورت حال سے دوچار ہونا پڑا۔ میری عزیزاں جاں سیمیلی جس سے جدائی کا میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی وہ اپنے والدین کے ساتھ قاہرہ جا رہی تھی۔ اس دن ہم سب سہیلیاں رورس تھیں، خصوصاً میرے آنسو تو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ میری سہیلی بھی مجھ سے جدائی پر بڑی دھمی تھی، ہم نے بہت سے تحائف اور یادگار چیزوں کا تبادلہ کیا۔ ایک دوسرے سے رابطہ رکھنے کے وعدے کیے۔ دیگر تحائف کے ساتھ ساتھ میری سہیلی نے مجھے ایک تحفہ دیتے ہوئے کہا:

”میں نے کئی سالوں پر محیط اپنی دوستی کو دیکھتے

ہوئے سوچا کہ مجھے تمہیں کوئی انتہائی قیمتی، انمول اور یادگار تحفہ دینا چاہیے۔ بہت سوچ و بچار کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی کہ قرآن مجید سے زیادہ قیمتی تحفہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ میں دل کی اتھاہ گہرائیوں

سے تمہیں یہ تحفہ پیش کر رہی ہوں۔“

میں نے بڑی خندہ پیشانی اور خوشدلی سے اپنی سہیلی کا یہ انمول تحفہ قبول کیا اور اپنے گھر والوں کی نظروں سے چھپا کر اسے اپنی الماری میں رکھ لیا۔ اگر میرے گھر والوں کو پتا چل جاتا کہ میری ایک مسلمان سہیلی نے مجھے قرآن مجید کا تحفہ دیا ہے تو وہ طوفان کھڑا کر دیتے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ میرے گھر والوں، بلکہ مائی کیبونی میں سے کسی کو اس تحفے کی کانوں کاں خبر نہ ہوئی۔ میری سہیلی کے جانے کے بعد سے اسلام سے میری رغبت کم ہونے کی بجائے بڑھ گئی۔ میں جب بھی اذان سنتی میرے جسم میں ارتعاش پیدا ہو جاتا، میرے دل میں غیب طرح کے جذبات موجزن ہو جاتے۔ جب میرے پاس کوئی نہ ہوتا تو میں الماری سے قرآن مجید نکالتی، تحنیں اور محبت بھری نظروں سے اسے دیکھتی، بوسہ دیتی اور دوبارہ اس کی جگہ پر رکھ دیتی۔

میں نے ایک عیسائی قطبی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ ہمارے خاندان میں اپنے مذہب کے بارے میں انتہا درجے کا تعصب پایا جاتا تھا۔ ہمارے گھر کے بڑوں کا ہمہ وقت موضوع سخن اسلام اور مسلمان دشمنی ہوتا تھا۔

ساتھ تھیں۔ صرف ہم دینی پیریڈ میں الگ ہوتیں۔ مسلمان لڑکیوں کو اسلامیات کی ٹیچر پڑھاتیں اور ہمیں ایک عیسائی ٹیچر ہمارے مذہب کے حوالے سے ایک کتاب پڑھاتی۔ میں بادل ناخواست ہی اس پیریڈ میں بیٹھتی۔ میرا دل چاہتا کہ میں یہ پیریڈ بھی اپنی مسلمان سہیلی کے ساتھ پڑھوں۔ میرا ارادہ تھا کہ میں اپنی اس عیسائی آستانی سے ایک سوال پوچھوں:

ہم لوگ مسلمانوں کو ملحد اور بے دین سمجھتے ہیں؛ حالانکہ ان کا اخلاق، کردار اور رویہ انتہائی مثالی ہے۔ یہ تضاد کیسے ممکن ہے؟ ایک دن میں نے ہمت کر کے یہ سوال پوچھ ہی لیا۔

توقع کے عین مطابق معللہ کو یہ سوال سن کر شدید غصہ آیا، لیکن وہ اپنا غصہ دباتے ہوئے، ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ سجائے کہنے لگی: تم ابھی بہت چھوٹی ہو، تمہیں دنیا کے بارے میں کچھ خبر نہیں۔ ان چھوٹی چھوٹی نمائش

ایک دن میرا خاندن چرچ میں تھا۔ بچے سکول میں تھے۔ میں کسی میٹیکل کل عمل کے تحت انھی، الماری کے

شروع کر دیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس حد تک گر جائیں گے۔ انہوں نے مجھ پر بہت سے اخلاقی الزامات بھی لگائے۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ عیسائی کمیونٹی کے علاوہ کوئی اُن کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ عیسائی کمیونٹی کے لوگ بھی محض تعصب اور حسد کی وجہ سے اس غلیظ پروپیگنڈے میں حصہ لے رہے تھے۔

میرے اپنے خاندان نے بھی مجھ سے ناطہ توڑ لیا۔ اُن کا کہنا تھا کہ میں ان کے لیے مرچکی ہوں۔ لیکن میں ان مشکلات کو خاطر میں لائے بغیر اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور ذوق شوق سے اُن پر عمل پیرا ہونے میں لگن تھی۔

اللہ تعالیٰ نے جلد ہی میری دعا کو قبول کر لیا۔ ایک بیوہ خاتون جس کی چار بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔ مالی طور پر تو وہ غریب تھی لیکن دل کی بہت امیر تھی۔ اس نے میرے حالات سے متاثر ہو کر پیشکش کی کہ میں اُس کے بیٹے محمد سے شادی کر لوں ہم سب مل جل کر رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہماری گزران کا بھی مناسب بندوبست فرما دے گا۔ اب میں اپنے خاوند محمد اور اُس کی فیمنی کے ساتھ انتہائی مطمئن زندگی گزار رہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قناعت کی دولت سے مالا مال کر رکھا ہے۔ اب میری ہر وقت ایک ہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے خاندان کو بھی ایمان کی دولت سے نواز دے۔

روکر برا حال کر لیا تھا۔ اُن کی ایک ہی ضد تھی کہ ”اما“ کے پاس جانا ہے۔ میرے لیے سب سے تکلیف دہ بات یہ تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا خاوند میرے بچوں کو عیسائی بنالے۔ مجھے خدشہ تھا کہ وہ انہیں کسی چرچ کی کفالت میں دے دے گا جہاں مذہبی تعصب کوٹ کوٹ کر بھر دیا جائے گا پھر وہ میری بات بھی سننے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ پادری صاحبان دن رات اُن کی برین واشنگ کریں گے۔ وہ اُن کے دماغ میں والدہ سے نفرت بھرنے کی کوشش کریں گے۔

اب میں سب باتوں کو بھول کر اللہ تعالیٰ سے ایک ہی التجا کر رہی تھی کہ کسی طرح میرے بچے مجھے مل جائیں۔ جلد ہی اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی۔ کئی مسلمانوں نے اس سلسلے میں میری مدد کی۔ میں نے بچوں کی حوالگی کے لیے کیس دائر کر دیا۔ عدالت نے میرے سابقہ شوہر کو طلب کیا اور اسے پہلے یہ آپشن دیا کہ تمہاری بیوی مسلمان ہو چکی ہے۔ تم عیسائی رہتے ہوئے اُس کے شوہر نہیں رہ سکتے۔ اگر تم اُس کے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو مسلمان ہو جاؤ۔ اُس نے انتہائی متکبرانہ انداز سے اسلام قبول کرنے کا آئیڈیا مسترد کر دیا۔ بچے چونکہ ابھی نابالغ تھے اس لیے میرے حوالے کر دیے گئے۔ میری مشکلات ابھی ختم نہیں ہوئی تھیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ سب سے مشکل اور نازک مرحلہ اب شروع ہوا تھا۔ میرے خاوند اور اُس کے خاندان نے میرے خلاف پروپیگنڈہ کرنا

لگا کہ اب اگر میں نے خود پر مزید جبر کیا تو ذہنی دباؤ کی وجہ سے مجھے برین ٹیمبرج ہو جائے گا۔ میں اچانک بلند آواز سے چلائی:

[أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ]

”میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد اُس کے بندے اور رسول ہیں۔“

یہ ایسی دھماکہ خیز خبر تھی کہ ایک لمحے کے لیے ہر کوئی ساکت ہو گیا۔ جو جہاں تھا وہیں رُک کر میری طرف متوجہ ہوا اور حیران کن نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ چند لمحات کے بعد میری سب سہیلیاں میری طرف بھاگیں، مجھ سے چٹ گئیں، مجھے چومنے لگیں۔ سب کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ سب مجھے مبارکباد دے رہی تھیں۔ جذبات کا ایسا طوفان تھا کہ میرے لیے بھی خود پر قابو رکھنا ممکن نہ رہا۔ میں نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔ میں اللہ تعالیٰ سے اپنی سابقہ زندگی کے بارے میں مغفرت طلب کر رہی تھی اپنی آئندہ زندگی کے لیے ثابت قدمی کا سوال کر رہی تھی۔

چند لمحات میں یہ خبر سارے ادارے میں پھیل گئی۔ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ وہاں پر عیسائی ملازمین بھی تھے۔ یہ خبر ان پر بجلی بن کر گری۔ انہوں نے بغیر کسی تاخیر کے یہ خبر میرے خاوند، گھر والوں اور دیگر عزیز و اقارب تک پہنچا دی۔ اب مجھے کسی کی پروا نہیں تھی۔ میں یہاں سے سیدھی متعلقہ محکمے کے دفتر میں گئی اور مسلمان ہونے کا باقاعدہ اعلان کیا اور سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ اس کے بعد میں اپنے گھر کی طرف لوٹی۔

گھر پر ایک ہنگامہ برپا تھا۔ میرے اسلام لانے کی خبر ملتے ہی میرے خاوند نے اپنے رشتے داروں کو اکٹھا کر لیا۔ انہوں نے میرے سارے کپڑے جلا دیے۔ زیورات اور جواہرات پر قبضہ کر لیا۔ سارے گھر کیلوساز و سامان کو بھی قبضے میں لے لیا۔ میں اب ان چیزوں سے بلند ہو چکی تھی۔ مجھے ساز و سامان اور زیورات کی کوئی پروا نہیں تھی۔ میرے لیے سب سے زیادہ اذیت ناک بات یہ تھی کہ انہوں نے میرے بچے بھی چھین لیے تھے۔ میں اپنے بچوں کی جدائی میں تڑپ رہی تھی۔ مجھے ایک پل بھی چین نہیں تھا۔ میرے بچوں نے بھی رو

## وزارت مذہبی امور نے 50 فیصد کوٹے کی قرعہ اندازی طے کر دی

○ جج آرگنائزڈ ایسوسی ایشن آف پاکستان (ہوپ) کے مرکزی راہنما حافظ شفیق کاشف نے کہا ہے کہ 50 فیصد عازمین حج پرائیویٹ حج سکیم کے تحت ہی فریضہ حج ادا کریں گے۔ وزارت مذہبی امور نے 50 فیصد کوٹے کی قرعہ اندازی اور عدالتی احکامات پر عمل کر کے دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جج آرگنائزڈ نے 50 فیصد (90,000 عازمین حج کے لیے انتظامات مکمل کر لئے ہیں اور پرائیویٹ حج سکیم کے تحت ہر قسم کے حج کیج عازمین حج کے لیے موجود ہیں جن میں قیام و طعام اور نقل و حرکت کی بہترین سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔ انہوں نے کہا کہ پرائیویٹ حج سکیم کے تحت حج کے خواہشمند عازمین ٹور آپریٹرز سے تحریری معاہدے کریں اور بکنگ کرواتے وقت وزارت مذہبی امور متعلقہ حاجی کیمپ اور ہوپ کے دفاتر سے رجسٹرڈ ٹور آپریٹرز کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ انہوں نے کہا کہ سرکاری حج سکیم سے دو لاکھ ساٹھ ہزار (260,000) درخواستیں مسترد ہوتے ہی عازمین حج کو لوٹنے والا مافیاتحرک ہو گیا ہے جو ہر سال عازمین حج کو جمع پونجی سے محروم کرتا ہے لہذا عوام سے اپیل ہے کہ وہ مکمل چھان بین کے بعد اپنی رقوم ذمہ دار لوگوں کے حوالے کریں اور ایسے لوگوں کے پاس اپنی درخواستیں جمع کروانے سے گریز کریں جن کے پاس حج کوٹہ نہ ہے۔ انہوں نے یہ وضاحت بھی کی کہ پرائیویٹ اور سرکاری حج سکیم کے علاوہ کوئی تیسری حج سکیم نہیں ہے لہذا عازمین حج کسی کے جھانسنے میں نہ آئیں۔



میں کمپیوٹر کی تعلیم پر پابندی کیوں نہ لگی اور صرف مدارس پر پابندی لگائی گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بات کچھ اور ہے۔ دینی مدارس کے طلبہ کو جدید علم سے محروم رکھنا ہے تاکہ یہ معاشرے میں فعال کردار ادا نہ کر سکیں۔

لیکن یہ حکومت کی غلط فہمی ہے اس طرح کبھی بھی وہ دینی مدارس اور ان کے فضلاء کا راستہ نہیں روک سکتی۔ یہ لوگ واویلا کیے بغیر نہایت خاموشی سے اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہیں اور معاشرے کی اصلاح کے ساتھ تعلیم کے فروغ میں نہایت مثبت کردار ادا کر رہے ہیں۔ سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی اداروں میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں۔ خود ان تعلیمی اداروں کے سربراہان کا کہنا ہے کہ دینی مدارس کے فضلاء بغیر ٹریڈنگ کے نہایت عمدہ کارکردگی پیش کر رہے ہیں۔ نہ صرف تعلیم بلکہ انتظامی امور بھی سرانجام دیتے ہیں۔ رہی کمپیوٹر کی تعلیم تو یہ اب راز نہیں رہا بچہ بچہ اس سے آگاہ ہے اور پوری مہارت سے یہ کام کرتے ہیں۔ اس لیے اگر حکومت اس کا رخیر میں حصہ نہیں لیتی تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

دینی مدارس نے کبھی بھی عصری علوم کی افادیت سے انکار نہیں کیا بلکہ اپنے محدود وسائل میں اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ طلبہ بھی دینی علوم (جو کہ بذات خود بہت مشکل مضامین پر مشتمل ہے) کے ساتھ عصری علوم کا اہتمام کرتے

ہیں۔ میٹرک، ایف اے کے لیے بورڈ اور بی اے کے لیے یونیورسٹی میں امتحان دیتے ہیں۔ اور کامیابیاں حاصل کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود دینی مدارس کے خلاف بلاوجہ اور یکطرفہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ناقدین دینی مدارس سے قطعی ناواقف ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ دینی مدارس کا سلیبس کیا ہے؟ تعلیمی دورانیہ کیا ہے؟ امتحان کا طریقہ کار کیا ہے؟ لیکن مدارس کے بارے میں نفرت ان کی رگ رگ میں موجود ہے۔ بغض سے ان کا سینہ پھنسا جا رہا ہے۔ وہ دینی مدارس کے خلاف زہر اگلنے اور ہرزہ سرائی کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ گوارا نہیں کریں گے کہ مدارس کے بارے میں حقیقی صورت حال معلوم کر لیں۔ [صوتوں بغضضکم! کے مصداق یہ لوگ اسی حالت میں چلے جائیں گے لیکن مدارس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ ان شاء اللہ۔

## مدارس میں فنی تعلیم پر پابندی کیوں؟!

جناب پروفیسر محمد حسین ظفر

ممتاز صحافی ہمیشہ یہ مطالبہ کرتے رہے ہیں کہ دینی مدارس میں عصری علوم پڑھائے جائیں۔ تاکہ اس میں زیر تعلیم طلبہ قومی دھارے میں شامل ہوں۔ بار بار یہ مطالبہ دہرایا جاتا ہے بلکہ خود حکومت اس کے لیے فنڈ مخصوص کرتی رہی ہے۔ لیکن دوسری طرف عملی طور پر دینی مدارس کے خلاف بغض، کینہ، حسد اور کھلی دشمنی کا اظہار کیا جا رہا ہے اور کمپیوٹر کی تعلیم پر پابندی لگائی جا رہی ہے۔ نہایت باوثوق ذرائع نے بتایا کہ پنجاب حکومت کے زیر نگرانی ایک ایجنسی C.T.D نے یہ سفارش کی ہے کہ خبردار! دینی مدارس کے طلبہ کو کمپیوٹر کی تعلیم ہرگز نہ دیں۔ اس سے دہشت گردی کے واقعات میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پروفیسر شرف کے عہد میں پنجاب حکومت نے دینی مدارس میں پیشہ وارانہ تعلیم کا آغاز کیا۔ چند بڑے مدارس کا انتخاب ہوا اور ان کے زیر اہتمام ان میں کمپیوٹر ڈپلومہ کورس اور موبائل سپرٹک کورس کا باقاعدہ آغاز کر دیا۔ ابتدائی طور پر یہ چند مدارس تھے اور فیصلہ ہوا کہ اس میں بتدریج اضافہ کیا جائے گا۔ وقت گزرنے کے ساتھ وفاق المدارس سے مزید نام طلب کیے گئے اور ان پر غور و خوض ہوا۔ اس دوران پنجاب میں مسلم لیگ (ن) کی حکومت آگئی۔ امید تھی کہ اب مدارس کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں ہوگا اور جلد ہی دیگر مدارس میں پیشہ وارانہ تربیت کے پروگرام شروع ہو جائیں گے۔ لیکن طویل انتظار اور خاموشی کے بعد معلوم ہوا

کہ نہایت پنجاب نے دینی مدارس میں پیشہ وارانہ تعلیم پر پابندی لگا دی ہے۔ نہ صرف پائپ لائن کی تعلیم دی جا سکتی ہے۔ بلکہ کمپیوٹر اور موبائل سپرٹک تعلیم پر پابندی ہے۔ بلکہ بعض اضلاع میں کئی طور پر پابندی ہے جس میں گوجرانوالہ شامل ہے۔

دینی مدارس پر شدید تنقید کرنے والے بھی اس غیر انصافانہ اور غیر منصفانہ فیصلے پر حیران و ششدر رہ گئے۔ دینی مدارس میں زیر تعلیم طلبہ کو کمپیوٹر کی تعلیم سے محروم رکھا جا رہا ہے؟ وہ بھی اس ملک کے شہری ہیں! انہیں بھی برابری کا حق ہے۔ پاکستان کا آئین ایسی کسی پابندی کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر حکومت اپنے کسی ادارے کو اس کا پابند کر دیتی ہے کہ وہ دینی مدارس میں کام نہ کریں تو کیا پاکستان میں موجود سینکڑوں ادارے جو کمپیوٹر کی تعلیم دے رہے ہیں اور جہاں بچے جا کر داخلہ لیکر یہ تعلیم حاصل کر لے ان پر پابندی کیسے لگے گی۔ ویسے بھی پابندی سے کبھی علم کو روکا نہ جا سکا اور نہ ہی دیواریں اونچی کرنے سے روشنی کو داخلے سے منع کیا جا سکتا ہے۔ یہ استغناء فیصلہ ہے جو پنجاب حکومت نے کیا ہے۔ اس کی جتنی بھی مذمت کریں کم ہے۔

ایک طرف تو تمام سیاستدان، افسران بالا، دانشور،

**دینی مدارس میں زیر تعلیم طلبہ کو کمپیوٹر کی تعلیم سے محروم رکھا جا سکتا ہے؟ وہ بھی اس ملک کے شہری ہیں! انہیں بھی برابری کا حق ہے۔ پاکستان کا آئین ایسی کسی پابندی کی اجازت نہیں دیتا۔**

جبکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ اب تک جتنی بڑی وارداتیں اور دہشت گردی کے واقعات ہوئے ان کے ماسٹر مائنڈ اور کرداروں کا تعلق عصری علوم کے اداروں سے ثابت ہوا۔ مثلاً نورین لغاری لیاقت میڈیکل کالج حیدر آباد سندھ جبکہ اس کے والد سندھ یونیورسٹی میں کمشنری کے پروفیسر ہیں۔ شہباز تاثیر اغوا کا ماسٹر مائنڈ عثمان کا تعلق انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور سے ہے۔ صفورا گوٹھ میں بس پر حملہ کر کے 45 مردوزن کو قتل کرنے والے نوجوانوں کا تعلق لبرل تعلیمی اداروں سے ہے۔ سعد عزیز نے لیکن ہاؤس سے A یول کیا اور اے آئی بی کراچی سے گریجویٹ کیا۔ جبکہ اس کا ایک ساتھی محمد ظفر عشرت نے سرسید یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ اس کی ایک لمبی فہرست ہے۔ اب حال ہی میں مردان یونیورسٹی میں مشال نامی طالب علم کو تشدد کا نشانہ بنانے والے اسی یونیورسٹی کے طلبہ تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس قدر واضح صورت حال کے باوجود ان تعلیمی اداروں

# معذوروں اور ضعیفوں کے حقوق

تحریک

جناب مولانا حافظ کلیم اللہ

سے دریافت فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ وہ فوت ہو چکی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی؟“ گویا انہوں نے اس کے معاملہ وفات کو معمولی خیال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے اس کی قبر کا راستہ بتاؤ انہوں نے آپ کو اس کی قبر کا راستہ بتا دیا۔ آپ ﷺ نے وہاں جا کر قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ (بخاری و مسلم)

مذکورہ حدیث سے نبی کریم ﷺ کی غریبوں سے محبت کا ثبوت ملتا ہے۔ نیز نبی کریم ﷺ کو اپنے صحابہ کرام مرد و عورت دونوں سے کس قدر تعلق اور لگاؤ تھا اس پر یہ حدیث اہم دلیل ہے۔

ضعیفوں میں سے غلام بھی قابل ذکر ہے۔ اسلام سے قبل غلامی کا بدترین دور تھا۔ انسان جانوروں کی طرح خریدا اور بیچا جاتا تھا۔ اسے کوئی حق حاصل نہیں تھا نہ مالی نہ دینی نہ سیاسی اور نہ معاشرتی کوئی حق میسر نہ تھا۔ مالک کے رحم و کرم پر زندگی گزرتی تھی نبوت و بعثت کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان غلاموں کی آزادی کی پوری کوشش فرمائی۔ بہت سارے معاملات میں ان کی آزادی کو کفارہ میں شامل فرمایا جیسے ظہار اور قسم کا کفارہ وغیرہ۔ بلکہ انہیں آزاد کرنے کی فضیلت میں دوزخ سے

نبی کریم ﷺ نے خصوصاً ضعیفوں اور ناداروں کے ساتھ حد درجہ کریمانہ اور فاضلانہ اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ اصحاب صفہ جو کہ غریب صحابہ تھے ان کا کوئی پرسان حال نہ تھا اللہ کے نبی ﷺ ان کے ساتھ پوری خیر خواہی فرماتے۔ ایک بار ایک صاحب کا گزر ہوا تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے سوال کیا کہ اس شخص کے متعلق آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ یہ شخص اس لائق ہے کہ وہ پیغام نکاح دے تو قبول کیا جائے۔ اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے اور اگر کوئی بات کہے تو اس کی بات غور سے سنی جائے۔ تو

مذہب عالم اور ادیان مختلفہ و کتب سماویہ میں خواہ معذوروں اور ایتاموں کے الفاظ نہ ملیں لیکن ان کی تعلیمات میں سائلین، محرومین، مستضعفین وغیرہ کے الفاظ اور ان کے حقوق کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان مرحومین کی فلاح و بہبود اور دیکھ بھال کرنے اور ان کے ساتھ رعایت کرنے کا تذکرہ ضرور ہوتا ہے۔ کتب سماویہ یعنی تورات و انجیل میں ان معذوروں کی فلاح و بہبود سے متعلق تعلیمات موجود ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا حکم الہی سے اندھوں کو بینائی بخشنا اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا یاب کرنا ان کی تعلیمات کا عملی نمونہ ہے۔ یہ سلسلہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت

**اسلام کی نظر میں ضعیف کی بڑی لمبی فہرست ہے۔ سرفہرست بوڑھے لوگ، یتیم، مسکین، بیوہ، بے کس و بے سہارا لوگ لنگڑے، معصوم بچے، قیدی، مظلوم، یتیم، فقیر و مسکین، بیوہ، بے کس و بے سہارا لوگ لنگڑے، اندھے اور مجبور و مقہور لوگ وغیرہ بھی ضعیفوں کی فہرست میں داخل ہیں۔**

نبات کا ذریعہ قرار دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت سے غلاموں کو آزاد کر کے جنت میں اپنے لیے جگہ بنائی۔ جیسے سیدنا ابوبکر و سیدنا عثمان غنی اور سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم وغیرہم۔

اسلام کی نظر میں ضعیف کی بڑی لمبی فہرست ہے۔ سرفہرست بوڑھے لوگ، یتیم، معصوم بچے، قیدی، مظلوم، یتیم، فقیر و مسکین، بیوہ، بے کس و بے سہارا لوگ لنگڑے، اندھے اور مجبور و مقہور لوگ وغیرہ بھی ضعیفوں کی فہرست میں داخل ہیں۔ ان سب کے ساتھ حسن سلوک کی اسلام تعلیم دیتا ہے اور ان پر مہربانی کرنے کا حکم بھی دیتا ہے۔ بلکہ ان کے ساتھ ہمدردی کرنے کی صورت میں نصرت الہی اور رزق کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ”تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں روزی دی جاتی ہے ان ضعیفوں کی بدولت۔“

نبی کریم ﷺ خاموش ہو گئے۔ اتنے میں ایک کم حیثیت کے مالک شخص کا گزر ہوا تو نبی کریم ﷺ نے اس شخص سے متعلق سوال کیا کہ اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ شخص اس لائق ہے کہ وہ پیغام نکاح دے تو قبول نہ کیا جائے۔ اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر کوئی بات کہے تو اس کی بات غور سے نہ سنی جائے۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ثانی الذکر روئے زمین کے سارے لوگوں سے بہتر ہے۔“ (بخاری)

نبی اکرم ﷺ نے ضعیفوں اور بے کسوں کے ساتھ جو خیر خواہی اور خبر گیری کی اس کی کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن بطور مثال ایک کا تذکرہ ذیل میں دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے (اس عورت کے بارے میں جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی) روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

تک پہنچا یہاں تک کہ قرآن کریم میں ان بے کسوں سے متعلق مختلف احکامات نازل ہوئے کسی کی عزت و وقار کے مرتبہ کا تعین سماجی یا معاشرتی حیثیت کو دیکھ کر نہ کیا جائے بلکہ اس کے لیے ذاتی کردار، تقویٰ، اصلاح طلبی اور نیکی کے جذبہ کو معیار بنایا جائے۔ جسمانی کمزوری کی وجہ سے کسی کی عزت اور توقیر میں کوئی فرق ہرگز آنے نہ دیا جائے۔

دین اسلام میں خصوصاً ضعیفوں اور بزرگوں کی خدمت ان کا احترام اور ان کے ساتھ ہمدردی کرنے کو عبادات میں شمار کیا گیا ہے خود نبی کریم ﷺ کی عملی زندگی ایک نمونہ ہے۔ آپ نے ضعیفوں، بوڑھوں اور معذوروں کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ یتیموں اور بے کسوں کو سہارا دیا۔ غریبوں کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ کیا۔ معذوروں اور ایتاموں کو جینا سکھایا۔ خود داری کا درس دیا۔ بھیک مانگنے کے مقابلہ میں عزت کی زندگی کا سلیقہ سکھایا۔ ان ضعیفوں کی تعظیم و تکریم کا سبق دیا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ”اللہ تعالیٰ کی جلالت شان کا تقاضا ہے کہ بوڑھے (سفید بال والے) مسلمان کی عزت کی جائے۔“ (ابوداؤد)

قرآن کریم میں معذور افراد کو زندگی کے عام

معاملات اور میل جول میں نظر انداز کرنے کی روش کی سختی کے ساتھ خدمت کی ہر انسان کو لائق عزت و وقار قرار دیا۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ناپید صحابی جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ سرداران مکہ سے جو گفتگو ہونے کی وجہ سے ناپید صحابی کی طرف متوجہ نہ ہو سکے تو اس پر سورہ عس کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں۔

نبی کریم ﷺ اس واقعہ کے بعد سیدنا ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ جب بھی نبی کریم ﷺ مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تو اس معذور صحابی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنا کر جاتے۔ وہ آپ کی غیر موجودگی میں قوم کی امامت فرماتے۔ مینا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک ناپید صحابی کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے الغرض معذور افراد کی دل شکنی کسی بھی صورت میں نہ ہوتی تھی بلکہ حوصلہ افزائی کے کلمات سے نوازے جاتے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ

ہے کہ بیواؤں اور مسکینوں کی خبر گیری کرنے والا عباد فی سبیل اللہ کی طرح ہے یا شب بیداری میں مصروف تہجد گزار یا دن میں روزہ رکھنے والے کے قائم مقام ہے۔ (بخاری)

معذور افراد کس طرح کی توجہ اور معاشرتی مقام کے حق دار ہیں اس کا اندازہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے کہ ایک شخص کو دیکھا جو بائیس ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اے بندہ خدا! سیدھے ہاتھ سے کھا اس نے کہا کہ وہ مشغول ہے آپ آگے بڑھ گئے وہ دوبارہ جب گزر ہوا تو پھر وہی فرمایا اس نے وہی جواب دیا پھر آپ تیسری بار گزرے تو اس کو اس پر ٹوکا تو اس نے جواب دیا کہ موتہ کی لڑائی میں میرا دایاں ہاتھ کٹ گیا تھا۔ یہ سن کر آپ بہت روئے پھر اس سے قریب بیٹھ کر پوچھا کہ تمہارا کپڑا کون دھوتا ہے تمہاری دیگر ضروریات کس طرح پوری ہوتی ہیں؟ تفصیلات معلوم ہونے پر آپ نے اس کے لیے ایک ملازم لگوا دیا۔ اسے ایک سواری دلائی اور دیگر ضروریات زندگی بھی دلائی۔ لوگوں نے کہا کہ جزی اللہ عمر عن

رعیۃ خیرا یعنی اللہ تعالیٰ عمر کو ان کی رعایا کی طرف سے بہتر بدلہ عنایت فرمائے۔ (کتاب الاثار ابو یوسف) اسی طرح کا واقعہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ مدینہ منورہ کی لونڈیوں میں سے کوئی بھی لونڈی اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھ کو پکڑتی اور جہاں چاہتی نبی کریم ﷺ کو لے جاتی۔ (بخاری)

اسلام نے جہاں معذور افراد کو معاشرہ میں عدم توجہی سے محفوظ رکھنے کے احکامات جاری کیے وہاں ان کی سوشل سکیورٹی کا بندوبست بھی کیا۔ قدرت نے انہیں کسی ایک صفت سے محروم کیا تو وہیں ان کی معاونت اور مدد کے لیے حقوق کی ادائیگی کا حکم بھی صادر کیا۔ جیسا کہ درج ذیل آیت سے معذور افراد کے ساتھ خصوصی عنایت اور توجہ برتنے اور ان کے ساتھ میل جول اور کھانے پینے کے سلسلہ میں واضح ہدایات کی طرف نشان دہی کی گئی ہے۔ ان ضعیفوں کو فقر و فاقہ سے محفوظ رکھنے کی خاطر درود کی شکر کریں کھانے سے محفوظ کر دیا اور اعلان فرما دیا:

**دین اسلام میں معذوروں اور ضعیفوں پر خصوصی توجہ دی گئی ان کی عزت و احترام میں کسی بھی طرح کی کمی نہیں کی گئی۔ بلکہ نبی کریم ﷺ نے یہاں تک فرمایا کہ کسی مسلمان کے لیے اتنی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔**

”نہ تو اندھے پر کچھ گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر اور نہ بیمار پر اور نہ خود تم پر کہ اپنے گھروں سے کھانا کھاؤ یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا اس گھر سے جس کی کنجیاں تمہارے ہاتھ میں ہوں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (اور اس کا بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھانا کھاؤ یا جدا جدا۔“

یعنی معاشرہ میں اس طرح کے معذور افراد کو حقیر سمجھ کر غیر مہذبانہ انداز میں الگ تھلگ بٹھا کر کھانا دینا معیوب ہے اسی وجہ سے اس کٹھن کھانے کی ترغیب دی گئی ہے نیز رشتہ داروں کے بعد جن کی کنجیاں ان

کے حوالے کی گئیں وہاں سے بھی کھانے کی اجازت دی گئی۔ دوست و احباب کے گھر کو بھی رشتہ داروں کے گھروں سے تشبیہ دی گئی تاکہ یہ قربت بھی عظمت کی علامت رہے اور خصوصی افراد کے حقوق یہاں بھی محفوظ رہیں۔ جبکہ نزول قرآن کے وقت قریش اور سرداران مکہ معذور افراد کو منحوس اور قابل نفرت و ملامت خیال کرتے تھے مگر اللہ نے ان کی تکریم کرتے ہوئے ان کے حقوق اور عزت نفس کا اعلان کیا، جاہلانہ رسوم کا قلع قمع کر دیا اور ان کی ہمت افزائی کرتے ہوئے دائمی طور پر ان کے ساتھ حسن سلوک کو لازم و ملزوم کر دیا، معاشرتی زندگی کے کسی بھی گوشہ میں انہیں تنہا نہ چھوڑا۔

کتاب وسنت کی روشنی میں معذوروں اور ضعیفوں کے ساتھ خصوصی توجہ دینا صالح معاشرت کی ذمہ داری ہے۔ اسلام نے معاشرتی زندگی کے کسی گوشہ کو بھی تشدد نہ چھوڑا بلکہ ان کی کفالت عامہ کا انتظام و انصرام ہر دور میں

تھا خواہ وہ عہد نبوت ہو یا عہد خلافت راشدہ وغیرہ۔ جیسا کہ خلافت راشدہ میں مدینہ کے اطراف و اکناف میں ایک ناپید بڑھیا تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ روزانہ صبح سویرے اس کے لیے پانی اور دیگر ضروریات فراہم کر دیتے تھے۔

کچھ عرصہ بعد آپ کو محسوس ہوا کہ کوئی شخص ان سے پہلے آ کر یہ کام کر جاتا ہے۔ ایک روز تحقیق کی غرض سے رات کا کچھ وقت گزرنے کے بعد وہاں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس ضعیف کی خدمت گزاری سے فارغ ہو کر اس کے جھوپڑے سے نکل رہے تھے۔ پھر آپ نے اپنی خلافت کے دور میں معذور و ضعیف اور اپانچ حضرات کے حقوق کا سخت اہتمام کیا کہ کوئی شخص فقر و فاقہ میں مبتلا نہ ہو حکم جاری کر دیا کہ ہر مفلوج اور اپانچ فرد کو بیت المال سے وظیفہ جاری کیا جائے۔

دین اسلام میں معذوروں اور ضعیفوں پر خصوصی توجہ دی گئی ان کی عزت و احترام میں کسی بھی طرح کی کمی نہیں کی گئی۔ بلکہ نبی کریم ﷺ نے یہاں تک فرمایا کہ کسی مسلمان کے لیے اتنی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ (مسلم) اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ”مہربانی کرنے والوں پر جس رحم فرماتا ہے۔ (ابوداؤد ترمذی)



رہا ہوں۔ دین و مسلک اور جماعت کی خدمت وہاں رہ کر ہی کروں گا۔

بابا جیؒ ساری زندگی عقیدہ توحید و سنت پر کاربند رہے اور ہمیشہ اسی عقیدے کا دفاع کیا۔ آپ کا طرزِ خطابت نرالا تھا۔ کیونکہ آپ کسی کی نقل نہیں کرتے تھے۔ بابا جیؒ ایک لمحے میں ہنسا دیا کرتے تھے اور اگلے ہی لمحے میں دولا بھی دیا کرتے تھے۔ یہ اک خاص وصف ہے جو اللہ تعالیٰ خاص بندوں کو ہی عطا کرتا ہے۔

بابا جیؒ جب نومبر ۱۹۳۹ء میں بورپوالا تشریف لائے تب چوترا نما ایک چھوٹی سی جگہ نماز کے لئے موجود

جماعت اہل حدیث کے نظم میں بہت سے نشیب و فراز آئے لیکن بابا جیؒ ابتدا سے لے کر اپنی زندگی کے آخری سانس تک مرکزی جمعیت اہل حدیث کے خادم رہے۔ جماعت کے تمام افراد بابا جیؒ کا احترام کیا کرتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ بابا جیؒ جماعت اہل حدیث کی غیر متنازعہ شخصیات میں سے ایک تھے۔

دوست احباب جانتے ہیں کہ پاکستان ہجرت کے بعد ہمارے خاندان کے کچھ افراد گوجرانوالا اور کچھ فیصل آباد میں قیام پذیر ہو گئے۔ پھر چند نیک لوگوں کا ساتھ ہی تھا کہ جس کی وجہ سے بابا جیؒ اپنا سب کچھ چھوڑ کر بورپوالا کی سرزمین پر ڈیرہ ڈال کر بیٹھ گئے۔

ایک عالم دین کی شان اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ جس کی ساری زندگی اللہ کے دین کی تبلیغ میں ہی بسر ہو جائے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ بابا جیؒ نے

بورے والا میں رہ کر نہ صرف پورے پاکستان بلکہ بیرون ملک بھی اللہ کے دین کی تبلیغ کی۔

بابا جیؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں بورپوالا ہی میں رہنا پسند کرتا ہوں اور میری خواہش بھی یہی ہے کہ اب بورپوالا کی اسی مرکزی جامع مسجد کے اندر سے میرا جنازہ نکلے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ زندگی کے سفر میں دو تین بار بیرون ملک بھی جانا ہوا تو ہمیشہ یہی دعا کر کے جایا کرتے تھے کہ یا اللہ! واپسی خیر و عافیت سے کرنا اور میرا جنازہ اسی مسجد سے نکالنا۔

ایک بار جب برطانیہ کے دورے پر تشریف لے گئے تو مولانا محمود احمد میرپوری فرماتے لگے کہ بابا جی! آپ اپنی بقیہ زندگی ہمیں دے دیں اور یہاں برطانیہ میں ہی رہ کر دین اسلام کی اشاعت کریں۔ فرماتے لگے کہ میرپوری صاحب! میرے لئے بورے والا کی مسجد ہی سب کچھ ہے۔ میں وہاں پر مطمئن ہوں اور خوشگوار زندگی گزار

پہلے کسی نہ کسی کتاب کو ضرور پڑھتا ہوں اور تہجد گزار شاید اس لئے نہیں ہوں کہ میں نے ساری زندگی ستر کیا ہے اور سفر بھی دین کی تبلیغ کے لیے اور واپسی اُس وقت ہوتی جب آسمانوں سے آوازیں آرہی ہوتی ہیں کہ مانگو جو مانگن ہے! اکثر واپسی کے سفر میں ذکر اذکار کرتے یا پھر اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کر رہے ہوتے۔ فجر کی نماز کے وقت واپسی ہوتی تھی اور فجر کی نماز کے بعد کبھی درس قرآن کا نامہ نہیں کیا۔

اُن کے بڑے بیٹے مورخ اہل حدیث ڈاکٹر بہاؤ الدین نے اپنی کتاب تحریک ختم نبوت کی جلد ۱۶ میں لکھا ہے کہ

والد گرامی قدر حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری جو حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے واسطے سے (حضرت میاں صاحب کے پوتے شاگرد ہیں) نے بورپوالا ضلع ہاڑی، پاکستان میں ۱۹۳۹ء سے لے کر ۲۰۱۲ء تک یعنی

۶۳ سال تک درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا اور چار دفعہ قرآن کریم کا درس مکمل کیا، اور پانچویں دفعہ تکمیل کی مہلت نہ ملی کہ ۷ مئی ۲۰۱۲ء کو انتقال فرما گئے کسی ایک مسجد میں اتنے طویل عرصے تک

باقاعدہ درس قرآن دینے کی سعادت شاید برصغیر میں کسی اور اہل علم کو تا حال حاصل نہیں ہو سکی۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔ بہاؤ الدین۔

آپ نے اپنی پوری زندگی دین حق کی خدمت کیلئے وقف کیے رکھی اور اپنی گزراوقات کے لئے تادم واپس امامت و خطابت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ آپ نہ صرف علمائے اہل حدیث بلکہ ہر مسلک کے علماء کرام کا احترام کرتے تھے۔ کئی مثالیں میرے سامنے موجود ہیں ان میں سے ایک دو آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ جب مولانا سردار احمد صاحب (بریلوی) آف فیصل آباد حیات تھے تو جب کبھی بھی فیصل آباد جانا ہوتا تو جناب مولانا محمد یوسف انور صاحب کے ہمراہ مولانا سردار احمد سے ملنے جایا کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اور مولوی سردار احمد مرحوم قادیانیت کے خلاف تقاریر کرنے کے جرم میں اکٹھے بٹالہ کی حوالات میں بند ہوا کرتے تھے۔ پھر جب

آپ نے اپنی پوری زندگی دین حق کی خدمت کیلئے وقف کیے رکھی اور اپنی گزراوقات کے لئے تادم واپس امامت و خطابت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ آپ نہ صرف علمائے اہل حدیث بلکہ ہر مسلک کے علماء کرام کا احترام کرتے تھے۔ کئی مثالیں میرے سامنے موجود ہیں ان میں سے ایک دو آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ جب مولانا سردار احمد صاحب (بریلوی) آف فیصل آباد حیات تھے تو جب کبھی بھی فیصل آباد جانا ہوتا تو جناب مولانا محمد یوسف انور صاحب کے ہمراہ مولانا سردار احمد سے ملنے جایا کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اور مولوی سردار احمد مرحوم قادیانیت کے خلاف تقاریر کرنے کے جرم میں اکٹھے بٹالہ کی حوالات میں بند ہوا کرتے تھے۔ پھر جب

تھی، لیکن وہ لوگ جو ان کے ساتھ چلے یا جن لوگوں کا ساتھ بابا جان کو ملا وہ بہت ہی نیک اور مخلص لوگ تھے، اگر وہ نیک اور مخلص نہ ہوتے تو اہل حدیث کی کسی مسجد کے اندر ایک امام و خطیب ۶۳ برس گزار ہی نہیں سکتا تھا۔ آج الحمد للہ بورپوالا شہر کے اندر اور ارد گرد میں چالیس سے زیادہ اہل حدیث مساجد آباد ہیں۔ دیہات میں قائم ہونے والی مساجد کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ ان مساجد میں سے اکثر کاسنگ بنیاد بابا جیؒ نے ہی رکھا تھا۔ بابا جانؒ نے اپنی وفات سے صرف ۲ ماہ پیشتر ایک مسجد کاسنگ بنیاد رکھا اور الحمد للہ وہ اب ایک خوبصورت عمارت کی شکل میں مکمل ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب مساجد کو قیامت تک آباد رکھے۔ (آمین)

بابا جیؒ بڑے صالح، فقیر منش، رحم دل، ولی اللہ اور درویش صفت انسان تھے۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں کوئی زیادہ تہجد گزار تو نہیں ہوں لیکن رات کو سونے سے



مولانا سردار احمد کا انتقال ہوا تب بھی ہم لوگ تعزیت کے لئے صاحبزادہ فضل کریم کے پاس ان کے مرکز میں گئے تھے۔ اسی طرح جب معروف خطیب حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب فیصل آباد میں انتقال فرما گئے تو بور یوالا سے صرف تعزیت کے لیے مولانا محمد یوسف انور صاحب کے ہمراہ مولانا قاسمی کے بچوں کے پاس گئے اور مولانا قاسمی مرحوم کے لیے بلندی درجہ کی دعا کی۔

بابا جی کے بڑے بھائی چوہدری عبدالرحمن سندھو بتاتے تھے کہ بابا جی ۵ نومبر ۱۹۴۹ء کو بور یوالا شہر میں تشریف لاتے تو پہلے جمعۃ المبارک کا خطبہ موجودہ ٹاؤن ہال (بلدیہ گراؤنڈ) میں ارشاد فرمایا۔ جب پاکستان بنا تو بور یوالا شہر میں اہل حدیث افراد کے لئے کوئی باقاعدہ مسجد نہیں تھی۔ اہل حدیث افراد کی تعداد بھی آنے میں نمک کے برابر تھی اور ایک الگ جگہ پر اپنی نماز وغیرہ ادا کیا کرتے تھے۔ بابا جی نے جب اس جگہ خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرمایا تو لوگوں نے بہت پسند کیا۔ یوں اہل

بور یوالا خصوصاً مولوی عبدالعزیز کے اسرار پر بابا جی نے یہیں پر مستقل قیام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

بابا جی کی زندگی میں وہ دن بھی آیا کہ جب بابا جی کے بڑے بھائی

مولوی نور محمد جو کہ رانیونڈ کی غلہ منڈی والی مسجد اہل حدیث میں خطیب تھے اور پھر وہاں پر ہی انتقال فرما گئے تھے تو رانیونڈ سے احباب جماعت بور یوالا آئے اور خاندان کے کچھ افراد بھی ساتھ تھے آپ کو بور یوالا سے رانیونڈ لے جانے کی باتیں ہونے لگیں، اور بابا جی نے بھی رانیونڈ جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ان حالات میں بور یوالا کے لوگوں کو پتا چلا تو سب لوگ مسجد میں اکٹھے ہو گئے اور بابا جی کو روکنے کی کوششیں کی جانے لگیں، لوگ دھائیں مار کر رونے لگے اور انہیں مجبور کر دیا۔ چنانچہ بابا جی نے اپنا فیصلہ تبدیل کر لیا اور یہاں پر ہی رہنے کا فیصلہ کیا۔ رانیونڈ کے لوگوں نے جب یہ حالات دیکھے تو واپس چل دیئے۔

بابا جی کی ساری زندگی ایک ایسی داستان کی طرح ہے جس کو جہاں سے بھی اور جب بھی کوئی پڑھنے کی کوشش کرے گا تو وہ حیران رہ جائے گا۔

بابا جان ایک ایسی عہد ساز شخصیت تھی کہ اب ان جیسے لوگ ملنا مشکل ہو چکے ہیں۔ کیونکہ وہ خود بھی عظیم تھے اور جن کا قرب ان کو ملا وہ بھی عظیم تر لوگ تھے۔ جن میں سے چند ایک سے میری مراد شیر پنجاب فاتح قادیان شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابراہیم میرسیا لکھنؤ، مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری، مولانا سید داؤد غزنوی، حضرت مولانا حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا محمد اسماعیل روپڑی، حضرت مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی، حضرت العلام مولانا محمد عطاء اللہ حنیف، مولانا محمد اسماعیل سلفی آف گوجرانوالہ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا معین الدین لکھنؤ، حافظ سخی عزیز میر محمدی، شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپورہ جیسے لوگ شامل تھے ایک طویل فہرست ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن کا مقام و درجہ پوری قوم جانتی ہے۔ انہوں نے قیام پاکستان کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور جماعت اہل حدیث کی تنظیم نو کے لئے کی جانے والی

وہ جب فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ خادم کی حیثیت سے تھے تو شیر پنجاب کے روحانی فرزند اور شاگرد خاص کا مقام حاصل کیا۔ ساری زندگی ختم نبوت کے تحفظ میں گزار دی، وہ ایسا کیوں نہ کرتے وہ فاتح قادیان کے تربیت یافتہ جو تھے۔

کوششوں میں نمایاں کام کیا۔ بابا جی ان سب کے ساتھ اپنے اپنے وقت میں اپنی حیثیت کے مطابق سفر تھے، یہ سب بہت بڑے لوگ تھے اور جو بھی ان کے ساتھ مل گیا وہ اک روشن چراغ بن گیا۔

وہ جب فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ خادم کی حیثیت سے تھے تو شیر پنجاب کے روحانی فرزند اور شاگرد خاص کا مقام حاصل کیا۔ ساری زندگی ختم نبوت کے تحفظ میں گزار دی، وہ ایسا کیوں نہ کرتے وہ فاتح قادیان کے تربیت یافتہ جو تھے۔ بابا جی اپنی تقریر و تحریر میں اکثر مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا ابراہیم میرسیا لکھنؤ کا تذکرہ کیا کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی زندگی میں صرف ایک ہی شیر دیکھا ہے (جن سے میری مراد مولانا ثناء اللہ امرتسری کی شخصیت ہے) کہ جب وہ پنڈال میں سے گزر کر سٹیج پر تشریف لاتے تو کوئی اونچی سانس نہیں لیا کرتا تھا اور مجمع میں اک خاموشی چھا

جاتی تھی۔ جب مولانا کا خطاب عام شروع ہوتا تو اکثر پنڈال کی قاتیں اُتار دی جاتی تھیں کیونکہ مولانا کے خطاب کو سننے کے لیے، سکھ، ہندو، آریہ، عیسائی اور دیگر مذاہب کے لوگ بھی آیا کرتے تھے۔ بابا جی فرماتے ہیں کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کا کتب خانہ اُس دور میں ایک نایاب کتب خانہ تھا جس میں مذاہب باطلہ کے بارے میں ہزاروں کی تعداد میں کتب موجود تھیں لیکن افسوس کہ مولانا امرتسری کا کتب خانہ قیام پاکستان کے وقت ہونے والے ہنگاموں میں جلا دیا گیا۔ اُس دور میں کتب خانے کی قیمت لاکھوں میں تھی۔ مولانا امرتسری کو اپنے کتب خانے کے جل جانے کا بہت صدمہ تھا۔

بابا جی فرمایا کرتے تھے کہ قیام پاکستان کے وقت ہونے والے ہنگاموں میں جب سکھوں نے مولانا امرتسری کے گھر پر حملہ کیا اور گھر کو آگ لگا دی تو ان کا کتب خانہ بھی جل کر راکھ ہو گیا۔ وہ بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر گھر سے باہر آئے اس وقت ڈاکٹر سیف الدین

کچلو مرحوم نے مولانا امرتسری کی بڑی مدد کی تھی پھر ان حالات میں پاکستان کی طرف ہجرت کی اور گوجرانوالہ میں آکر مولانا اسماعیل سلفی کی مسجد میں قیام کیا پھر وہاں سے سرگودھا چلے گئے اور وہیں پر ہی ۱۹۴۸ء

میں وفات پائی۔ بابا جی کو یہ اعزاز بھی حاصل ہوا کہ انہوں نے مولانا اسماعیل سلفی کے ساتھ مل کر مولانا امرتسری کے جنازہ میں بھی شرکت کی اور ایک ہفتہ تک وہاں قیام پذیر رہے تھے۔

موصوف جب مولانا ابراہیم میرسیا لکھنؤ کے ساتھ رہے تو ان سے قرآن پاک کی تفسیر پڑھی کیونکہ وہ ہر سال رمضان میں علماء کو قرآن پاک کی تفسیر پڑھایا کرتے تھے اور جتنے بھی علماء ان کے پاس آتے ان کی بحری و افطاری کا انتظام بھی ہمیشہ میرسیا لکھنؤ کے گھر میں ہی ہوتا تھا۔ مولانا حافظ ابراہیم میرسیا لکھنؤ نے برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں ایک منفرد اعزاز حاصل کیا تھا کہ انہوں نے صرف ایک ماہ میں قرآن پاک حفظ کیا۔ خود مولانا میرسیا لکھنؤ فرمایا کرتے تھے کہ میں قرآن پاک لے کر عید گاہ میں چلا جاتا تھا روزانہ شام تک ایک پارہ یاد کر کے رات کو نماز تراویح میں سنا دیا کرتا تھا رمضان کے تیس روزوں

## منزل کی تمنا ہے تو کرجہ مسلسل..... خیرات میں جہ و دستار نہیں ملتے

سینئر نائب ناظم اعلیٰ مولانا محمد فہیم بٹ وہاڑی میں

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے ہمہ وقت بین الاقوامی حالات و واقعات پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ جہاں کہیں ظلم و بربریت ہو عدل و انصاف کا قتل ہو اسلام دشمنی کا مظہر ہو حقائق مسخ کیے جائیں غرضیکہ ہر مبنی سوچ کے خلاف علم حق اٹھائے میدان میں کھڑی ہوتی ہے اور اظہار صداقت و حقیقت میں کبھی سستی نہیں کرتی۔ پھر صحیح صورت حال کے ابلاغ کے لیے ہر فورم میں آواز اٹھانا اپنا فرض سمجھتی ہے اور عوام الناس سے برابر رابطہ میں ہے پھر یہ موبی یا دقتی نہیں بلکہ جہد مسلسل جاری رکھے ہوئے ہے۔ اسی سلسلہ میں ۲۵ اپریل بروز منگل بعد نماز عصر تا مغرب ضلع وہاڑی کا تنظیمی تربیتی اور اصلاحی اجلاس زیر صدارت امیر ضلع محترم حافظ غلام اللہ محمدی منعقد ہوا جو نظم و ضبط، انتظام و انصرام، ضلعی شہری، تحصیل عہدیداران، شورٹی کے ارکان، سرکردہ ذمہ داران اور کثرت سے علماء خطباء کی بھرپور شرکت، امیر ضلع حافظ غلام اللہ محمدی ناظم ضلع مولانا بلال ثاقب اور ان کی پوری ٹیم کی انتہائی محنت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ علاقہ کے معروف ادارہ جامعہ محمدیہ کا وسیع ہال کچھا کچھا بھرا ہوا تھا حتیٰ کہ برآمدے اور کھن تک جھوم تھا۔ اہل حدیث یوتھ فورس کے ذمہ داران بڑے متحرک فعال اور مستعد نظر آ رہے تھے۔ تمام انتظامات پر ان کی نظر تھی اور بڑی خوش اسلوبی سے انجام دے رہے تھے۔ مرکزی وفد کی تشریف آوری پر بال استقبال نعروں سے گونج اٹھا۔ اہل و سہلا و مرعبا کی صدائیں پھوٹ رہی تھیں۔ مرکزی جمعیت و اہل حدیث یوتھ فورس زندہ باد کی آوازیں ہر طرف بلند ہو رہی تھیں۔ میزبانوں نے بڑے تپاک سے مہمانوں کا استقبال کیا۔ مرکزی وفد میں سینئر نائب ناظم اعلیٰ مرکزی مولانا محمد فہیم بٹ، قائد پنجاب الحاج میاں محمود عباس ناظم پنجاب، نائب ناظم مرکزی حافظ محمد یونس آزاد، نوجوان قیادت حافظ سلمان اعظم ڈپٹی سیکرٹری جنرل اہل حدیث یوتھ فورس پاکستان شامل تھے۔

تلاوت قرآن مجید کے بعد ناظم ضلع وہاڑی مولانا بلال ثاقب نے اجلاس کی مختصر مگر جامع انداز میں غرض و غایت بیان فرمائی، مرکزی وفد کو ویلکم کیا، ضلعی عہدیداران علماء خطباء اور ارکان شورٹی کا شدید موسم مصروف دن کے باوجود اجلاس میں بھرپور شرکت پر شکریہ ادا کیا۔ جبکہ امیر ضلع حافظ غلام اللہ محمدی نے اپنے صدارتی خطبہ میں تنظیمی و انتظامی جماعتی استحکام، مخلصانہ کام اور سچے مسلک کے لیے اچھے کردار کی تلقین فرمائی اور پوری ضلعی جماعت کی طرف سے مرکزی قیادت پر بھرپور اعتماد کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا روحانی مرکز مکہ مکرمہ اور

مدینہ منورہ ہے جبکہ تنظیمی مرکز ۱۰۶ راوی روڈ لاہور ہے۔ ہم نہ روحانی طور پر بے وفا ہیں اور نہ تنظیمی بے وفایں ہیں۔ ہماری تمام تر صلاحیتیں مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے لیے وقف ہیں۔ نوجوان قیادت حافظ سلمان اعظم نے بڑے جوش و انداز میں یوتھ فورس کے شاہینوں کو اپنی صلاحیتیں، قوتیں اور جوانیاں کتاب و سنت کے لیے وقف کرنے کی دعوت دی اور واضح کیا کہ ہم مرکزی جمعیت اہل حدیث کے بزرگوں کو اپنے سروں پر سایہ سمجھتے ہیں اور ان کی قیادت میں ورکری کرنے کو سعادت سمجھتے ہیں۔ پالیسیاں مرکزی ہیں، عمل ہم نے کرنا ہے۔ انہوں نے مثال بطور زندہ ثبوت پیش کی کہ کل کے یوتھ فورس کے ورکر آج جماعت کے سینئر نائب ناظم اعلیٰ پاکستان ہیں۔ یہ سب اخلاص اور ان کی محنت و وفا کا نتیجہ ہے کہ کسی موقع پر بھی انہوں نے بھی جماعت سے وفا نہیں کیا۔ ہمیں بھی ایسا ہی کردار پیش کرنا ہے۔ ان شاء اللہ! قائد پنجاب الحاج میاں محمود عباس نے مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تاریخ بڑے سچے تسلی الفاظ میں بیان فرمائی، اس کی قربانیوں، محنتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ آج ہم سے بھی جماعت دینی تقاضا کرتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم کہاں تک پورا اترتے ہیں۔ انہوں نے بڑی ترتیب اور فہم و فراست سے اپنے اسلاف کے کارنامے پیش کیے اور کہا کہ ہم اسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم شرک کے اندھیروں، بدعت کی آندھیوں اور رسم و رواج کی گندگیوں کو ختم کر کے کتاب و سنت کے نور کو عام کر دیں، یہ انفرادی طور پر نہیں بلکہ اجتماعیت سے ہوگا۔ اس کے لیے مرکزی جمعیت اہل حدیث کا پلیٹ فارم موجود ہے لہذا ہر کسی کو دعوت دیجیے اور اس پلیٹ فارم کو مضبوط کیجیے۔ قائد پنجاب کی گفتگو کے بعد سینئر نائب ناظم اعلیٰ مرکزی مولانا محمد فہیم بٹ مائیک پر تشریف لائے۔ انہوں نے ضلع وہاڑی کی جماعت کا بے حد شکریہ ادا کیا کہ میرے ایک فون کال پر ضلع بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ بھی کوئی ساتھی اور بھی کوئی فون، فون، فون! کب آ رہے ہیں، کب آ رہے ہیں۔ امیر ضلع، ناظم ضلع اور مولانا محمد اسماعیل عتیق برابر رابطہ میں رہے۔ میں نے اس صورت حال کو دیکھ کر اندازہ کیا کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع وہاڑی ذوق و شوق لگن اور فعالیت کی کس پوزیشن میں ہے اور آج اس ہاؤس نے میرے اندازے کو سچ کر دکھایا ہے۔ انہوں نے کہا میں امید کرتا ہوں کہ اگر ہم اسی جذبہ اور پسینہ سے میدان عمل میں رہے تو منزل دور نہیں۔ سینئر نائب ناظم اعلیٰ مرکزی کے ایک ایک لفظ سے اتفاق اتحاد بیگانگت، یکجہتی، یابی، محبت، ادب و احترام، جماعتی وفا کی شریں ٹپک رہی تھی۔

انہوں نے مرکز کی پالیسی کو تنظیم کی روح قرار دیا اور وقت کی قدر کرتے ہوئے جہد مسلسل کی تلقین کی۔ سینئر نائب ناظم اعلیٰ مرکزی نے مثال پیش کی جو سنوڈنٹ سارا سال مطالعہ نہیں کرتا صرف امتحان سر پر آئے تو چند دن رنے لگا تار رے وہ پاس ہو بھی جائے لیکن اچھے نمبر اچھی پوزیشن حاصل نہیں کر پاتا۔ اس کے برعکس وہ سنوڈنٹ جو سارا سال تھوڑی تھوڑی محنت اور مطالعہ کرتا ہے تو وہ اچھے نمبر بھی حاصل کرتا ہے اور پوزیشن بھی حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح ہم اگر ہر وقت جماعتی تنظیمی مسئلہ خدمت میں مصروف رہیں گے تو دنیا میں بھی کامیابی اور ان شاء اللہ آخرت میں بھی اچھی پوزیشن ملے گی۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ میں اسی لیے پورے ملک میں دہائی دے رہا ہوں۔

منزل کی تمنا ہے تو کرجہ مسلسل

خیرات میں جہ و دستار نہیں ملتے

آخر میں ضلعی قیادت اور سرکردہ افراد کے اصرار پر حضرت حافظ محمد یونس آزاد نائب ناظم مرکزی نے اپنے مخصوص انداز میں خطاب فرمایا۔ خطاب اتر چہ پنجابی زبان اور ترجمہ سے تھا مگر اس کے متن سے جماعتی اہمیت، ورکر کی ذمہ داری، قیادت کا احترام اور مسئلہ محبت اب گھر ہو رہی تھی۔ انہوں نے قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے مزین مختصر مگر انتہائی جامع خطاب فرمایا۔ پنجابی اعتبار پر تو حاضرین محفل جھوم رہے تھے۔ ہاؤس کا ٹیپ رنگ تھا۔ ہر کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ آج منظر اسلام حافظ محمد عبداللہ شیخ پوری کی یاد تازہ ہو گئی ہے۔ حضرت حافظ آزاد صاحب نے عین عروج پر خطاب کے وقت شرکاء سے آخری دم تک مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان سے وفا کا عہد لیا جسے تمام نے بخوشی ہاتھ اٹھا کر قبول کیا۔ اذان مغرب کا وقت ہوا تو اسی جوش و خروش میں اجلاس اختتام پذیر ہوا جو نظم، حاضری، انتظامات، مقصد ہر لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا۔ اجلاس میں تلاوت قرآن کی سعادت حضرت قاری مرسلین عابر صاحب نے اور نظم پڑھنے کی سعادت حافظ وسم انجم نے حاصل کی۔ اجلاس میں مولانا مسیح اللہ، قاری محمد اسماعیل عتیق، پروفیسر احمد کامران نعیم، قاری محمد عبداللہ طیب، مولانا احمد علی سیف، مولانا محمد یونس، حافظ ابوبکر صدیق، ڈاکٹر عامر رشید، مولانا محمد عباس ضیاء، مولانا عبدالواحد حاجی عبدالستار شاہد، حافظ مقصود احمد اور اہل حدیث یوتھ فورس ضلع وہاڑی کے ذمہ داران رانا راشد احسان، قاری اسد اللہ سلیم، قاری ضیاء الرحمن، ارشد، حافظ شہباز خورشید، خلیل الرحمن، قاری مسعود احمد سیف، قاری تنویر محمدی، شیخ عرفان، قاری مرسلین عابد، عبدالجبار ربانی، ابوذر بمشر کے علاوہ دیگر نے شرکت کی۔ بعد نماز مغرب ضلع وہاڑی کی طرف سے مہمانان گرامی کو انتہائی پر تکلف دعوت پیش کی گئی۔ بعد ازاں مرکزی وفد جامعہ سعیدیہ خانیوال کے لیے روانہ ہو گیا۔

# اخبار الجماعۃ

## مفتاح القرآن کی افتتاحی تقریب

© مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان جناب منیجر پروفیسر ساجد میر کی زیر امارت اور ڈاکٹر حافظ عبدالکریم کی زیر نظامت وطن عزیز میں کتاب و سنت کو سپریم لاء بنانے کے لیے سرگرم عمل ہے اور پیغام چینل کے دروس قرآن و حدیث عوام کے قلوب و اذان کو روحانی طور پر معطر کر رہے ہیں۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع سرگودھا شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز احمد کی امارت اور مولانا حافظ عبدالغفور کی زیر نظامت تبلیغ و اصلاحی پروگرام منعقد کرنے میں سرگرم عمل ہیں۔ محترم مولانا حافظ عبدالغفور، ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع سرگودھا نے آٹھ سالہ محنت کے بعد کلمات القرآن کی صرہ، نحوی، معنوی اور تحقیقی و کشمیری تحریر کی ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز نے اس پر نظر ثانی کی۔ جناب پروفیسر حافظ عبدالستار حامد امیر پنجاب نے اس کی تصدیق و تصویب فرمائی، حافظ صاحب نے اس کے حقوق مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع سرگودھا کے نام وقف کر دیے ہیں۔ امیر ضلع شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز احمد اور خازن ضلع چوہدری عبدالخالق اور عرفان اللہ شاہی امیر شہر سرگودھا کی مساعی جمیلہ سے مرتب ہوئی۔ یکم اپریل ۲۰۱۷ء کو جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں وفاق المدارس السلفیہ کی سالانہ انعامی تقریب میں ضلعی امیر ناظم و خازن کے ہمراہ راقم مفتاح القرآن کے پانچ صد نسخے لے کر حاضر ہوا۔ پروفیسر یسین ظفر نے مرکزی جمعیت اہل حدیث سرگودھا کو مبارک باد پیش کی اور فرمایا کہ یہ کتاب ایسی ہے جو صدیوں کا کام آنے والی ہے۔ زندہ بنائیں ایسا ہی کرتی ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز علوی نے مصنف کو مبارک باد دی اور ضلعی جماعت کے لیے دعا فرمائی۔ ضلعی وفد نے امیر محترم پروفیسر ساجد میر حفظہ اللہ سے خصوصی ملاقات کی اور ان کی خدمت میں تحفہ پیش کیا۔ کتاب کا جائزہ لینے کے بعد مفتاح القرآن کے مصنف مولانا حافظ عبدالغفور کو خصوصی طور پر بلا کر فرمایا کہ ضلع سرگودھا کی جماعت نے قرآن کی صرہ و معنوی و کشمیری کا کام کیا ہے۔ وہ اس سے پہلے نہیں ہوا۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع سرگودھا کی طرف سے مفت ہدیہ پڑھ کر پروفیسر صاحب بہت خوش ہوئے اور ضلعی جماعت کی خدمات کو سراہا۔ چوہدری عبدالخالق خازن مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع سرگودھا نے ۱۱۵ اپریل ۲۰۱۷ء کو

ڈاکٹر عزیز الرحمن نے کہا کہ ملک میں انتشار پیدا کرنے کے لیے ایک پلاننگ کے تحت فرقہ واریت کو ہادی جاری ہے اور توہین رسالت کے واقعات کے پیچھے بھی بین الاقوامی سازش کا فرما ہے۔ الحمدیث یوتھ فورس پاکستان کے صدر حافظ فیصل افضل شیخ نے کہا کہ حرمت رسول ﷺ کے لیے ضرورت پڑی تو پورے پاکستان سے الحمدیث یوتھ فورس کے نوجوان میدان عمل میں ہوں گے۔ الحمدیث یوتھ فورس پاکستان کے سیکرٹری جنرل عامر صدیقی نے کہا کہ ہر قسم کی دہشت گردی کے خلاف آپریشن رد الفساد ہونا چاہیے۔ سید سلیمان شاہ نقوی نے کہا کہ ہمیں اپنے تمام تر تنازعات کتاب و سنت کی روشنی میں حل کرنے چاہئیں۔ کانفرنس میں متفقہ قراردادوں میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ عالمی برادری اور آئی سی مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا سد باب کرے۔ کشمیر، فلسطین اور شام میں ہونے والے مظالم کی بھر پور مذمت کی گئی اور مطالبہ کیا گیا کہ مظلوم اقوام کی حمایت کرنا اور غلام معاشروں کو آزادی دلانا امت مسلمہ پر فرض اور قرض ہے۔ قرارداد میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ ملک سے سودی نظام کے خاتمے کا فوری اعلان کرے۔ کانفرنس میں چوہدری محمد یوسف سلفی، سید طیب الرحمن زیدی، ڈاکٹر ابوبکر صدیق، مولانا عبدالرؤف، قاری ظہیر احمد ہزاروی، میاں نذیر احمد سلفی، مولانا عنایت اللہ مدنی، قاری عبدالوحید، مولانا عتیق لطیف، قاری عبدالرحمن حامد، قاری انعام الرحمن، حافظ شاہد نفیس، محمد عباس چوہدری قاری عبدالرؤف المناوی و دیگر معززین جماعت نے بھی شرکت کی۔

منجانب: ایم این اے سلفی۔ اسلام آباد

## اگر ضرورت ہو!

© مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان سے وابستہ تیس سالہ خطابت و امامت کے تجربہ کے حامل خطیب ان دنوں فارغ ہیں۔ لاہور/گوجرانوالہ/یاگرد و نواح کے ضرورت مند احباب رابطہ کریں۔ موصوف اردو اور پنجابی میں خطبہ دے سکتے ہیں۔ ان کی اہلیہ بھی تعلیم یافتہ ہیں جو بچیوں کو تدریس کا فریضہ انجام دے سکتی ہیں۔ رابطہ: قاری عبدالرؤف عتیق 0333-8162779

## درخواست دعائے صحت

© مرکزی جمعیت اہل حدیث مہ سلطان پور ضلع و ہاڑی کے امیر بابا محمد شریف ان دنوں بعارضہ قلب صاحب فراش اور ملتان نشتر ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ قارئین کرام موصوف کی مکمل صحت یابی کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔ منجانب: ناظم مقامی جمعیت

ماڈل ناؤن سلاوالی (سرگودھا) میں مطالعہ قرآن سیمینار اور مفتاح القرآن کی افتتاحی تقریب کا اہتمام کیا جس میں ضلعی و شہری قیادت، دینی مدارس کے اساتذہ، علماء ارکان شوریٰ اور سلاوالی کی سماجی و سیاسی شخصیات نے شرکت کی۔ مولانا منور ایم پی اے بھی تشریف لائے۔ مؤلف حافظ عبدالغفور نے مفتاح القرآن کا تعارف کروایا اور اپنے مرحوم اساتذہ کے لیے دعاؤں کی درخواست کی۔ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز نے مطالعہ قرآن کی افادیت پر تفصیلی گفتگو کی، شیخ الحدیث مولانا مسعود عالم نے فضائل قرآن پر درس دیا اور پروفیسر حافظ عبدالستار حامد امیر پنجاب نے قرآن حکیم کے حقوق پر عالمانہ خطاب کیا اور کہا کہ قرآن کو سمجھنے کے لیے مفتاح القرآن نہایت بہترین کتاب ہے۔ تقریب کے اختتام پر شیخ الحدیث مولانا مسعود عالم اور پروفیسر حافظ عبدالستار حامد کے دست مبارک سے ضلع کے امراء ناظمین، اساتذہ اور دینی جامعات میں صحیح بخاری کے طلب و طالبات میں نسخے تقسیم ہوئے۔ پر تکلف ضیافت کے بعد تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

## گستاخان رسول کو سزا دینا حکومت پر فرض ہے

© گستاخان رسول ﷺ کو سزا دینا حکومت پر فرض ہے۔ ملک میں بلاتاخیر اسلامی نظام کو نافذ کیا جائے۔ ان خیالات کا اظہار گزشتہ روز مرکزی جمعیت الحمدیث و یوتھ فورس اسلام آباد کے زیر اہتمام چوتھی سالانہ حرمت رسول ﷺ و استحکام پاکستان کانفرنس زیر صدارت حافظ مقصود احمد امیر اسلام آباد، بمقام مرکز الحمدیث 2-713-G، یاسمین روڈ پر منعقد ہوئی۔ مرکزی جمعیت الحمدیث اسلام آباد کے امیر حافظ مقصود احمد نے مندرارقی کلمات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پوری قوم مطالبہ کر رہی ہے کہ گستاخان رسول ﷺ کو عبرت ناک سزا دینا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ انہوں نے کہا کہ سلیمان حیدر، عاصم سعید اور ان کے ساتھیوں کو فوری گرفتار کیا جائے۔ اگر حکومت ان کو گرفتار کرنے میں ناکام رہی تو قوم کبھی بھی معاف نہیں کرے گی۔ اس ملک کے دشمن اور اصل دہشت گرد گستاخان رسول ہی ہیں جو کسی رعایت کے مستحق نہیں، مرکزی جمعیت الحمدیث کراچی کے ناظم اعلیٰ قاری خلیل الرحمن جاوید نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عقیدہ توحید کا شعور اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ معروف سکالر

عرصہ 50 سال سے مسجدوں کی خدمت میں پیش پیش

مکمل ایمپلی فائر  
خود تیار کردہ  
دستیاب ہیں۔

نامی گولڈن

ایمپلی فائر اینڈ ایکوساؤنڈ سسٹم (رجسٹرڈ)

ہمارے ہاں لوگ اور ایپورٹ ایکوساؤنڈ سسٹم دستیاب ہے

پونٹ، مائیک ہارنیشنڈ اور متعلقہ سپیر پائرس اور مرمت کا کام سلی بخش کیا جاتا ہے۔

ایپورٹ U.P.S  
بھی دستیاب ہیں۔

324-6768885  
055-4213430

چوک نیائیں نزدیکی کالج گوجرانوالہ

الکرم لاؤڈ سپیکر اینڈ ایمپلی فائر

غلام ربانی (مرغ)

ایمپلی فائر جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ (نئی ورائٹی)

نئے لاؤڈ سپیکر کی مکمل  
ورائٹی دستیاب ہے۔

محمد زیشان ربانی

0343-6007696

055-4212804, 4226706-0300-6430029

مساجد اور مدرسوں کیلئے خصوصی رعایت

پروپرائیٹز ایم اکرام مغل (ماہر مکنک)

ایمپلی فائر لاؤڈ سپیکر  
اینڈ ساؤنڈ سسٹم

0333-8294645  
055-4237974  
0312-7343693

ہمارے ہاں نئے ایمپلی فائر آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

پونٹ، مائیک ہارنیشنڈ اور متعلقہ سپیر پائرس اور مرمت کا کام سلی بخش کیا جاتا ہے۔

حافظ آباد روڈ چوک نیائیں نزدیکی مارکیٹ گوجرانوالہ

الفتح ایمپلی فائر لاؤڈ سپیکر

نیا ایمپلی فائر کی بہترین ورائٹی دستیاب ہے

ہمارے ہاں نئے و پرانے ایمپلی فائر، پونٹ، مائیک، ہارن، طوطی  
ہارن، شینڈ، U.P.S، کالم سپیکر بازار سے رعایت خریدیں نیز مرمت  
کو ایفائیڈ مکنک کے پاس تشریف لائیں۔

پروپرائیٹز محمد عثمان

Mob: 0321-7432246  
Mob: 0334-7967107  
Ph: 055-4230167

نیائیں چوک نزدیکی کالج گوجرانوالہ

مولانا محمد ابراہیم میرپوری لندن روانہ ہو گئے!

○ لاہور (۳ مئی) مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے رہنما، ممتاز عالم دین، اسلامک ویلفیئر ٹرسٹ برمنگھم کے چیئرمین حضرت مولانا محمد ابراہیم میرپوری پاکستان میں ایک ماہ قیام کے بعد آج شام کو لاہور سے لندن روانہ ہو گئے۔ ایئر پورٹ پر ان کے عزیز واقارب اور دوست احباب نے دعاؤں اور گرجبوشی کے ساتھ الوداع کیا۔ (ادارہ)

قاری عطاء اللہ عزیز کو صدمہ!

○ مرکز ابن القاسم الاسلامی ملتان کے مدرس اور مرکزی جمعیت اہل حدیث شہر ملتان کے ناظم مولانا قاری عطاء اللہ عزیز کی والدہ محترمہ فقہائے الہی سے وفات پا گئیں انا اللہ وانا الیہ راجعون! مرحومہ نے ساری زندگی گاؤں کی بچیوں کو قرآن پاک کی تعلیم دی انہیں سارا گاؤں 'بہن جی' کہہ کر پکارتا تھا۔ ان کی نماز جنازہ چک نمبر 175/9-L تحصیل چیچہ وطنی ضلع ساہیوال میں ادا کی گئی جس میں علماء کرام اور احباب جماعت نے کثیر تعداد میں شرکت کی، قارئین کرام مرحومہ کی مغفرت و بلندی درجات کے لیے خصوصی دعا فرمائی۔

قاری محمد حسن سلفی صدر AYF ضلع ساہیوال

سالانہ اجتماع

○ جامعہ ربانیہ اسلامیہ ہاشمی کالونی ٹنگلی والا گوجرانوالہ میں تقسیم اسناد و انعامات کے موقع پر چوتھا سالانہ اجتماع ۱۱ مئی بروز جمعرات بعد نماز عشاء منعقد ہو رہا ہے جس میں الشیخ قاری محمد ادریس عاصم صاحب اور الشیخ مولانا عبدالحمید ہزاروی کے علاوہ دیگر اساتذہ قراء اور علماء تشریف لارہے ہیں۔ تمام احباب شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

اعلن: عنایت اللہ ربانی کاشمیری خادم ادارہ ہذا

سیرت النبی ﷺ کا نفرنس

○ مرکزی جمعیت اہل حدیث نیاری کے زیر اہتمام ۱۷ اپریل ۲۰۱۷ء کو گوٹھ خدا بخش کا کا میں سیرت النبی ﷺ کا نفرنس کا انعقاد ہوا۔ کا نفرنس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا حافظ زبیر احمد کا کا ناظم نیاری مولانا عبدالعزیز امیر نیاری اور مولانا حافظ غلام نبی جلالانی نے خطابات کیے۔ الشیخ بیکری کے فرائض مولانا وسیم محمدی نے انجام دیے۔ آخر میں سامعین کے لیے عشاء کا اہتمام کیا گیا۔

المرسل: حافظ صلاح الدین کا کا نیاری



رمضان المبارک  
حرمین شریفین میں  
گزالیں

عمرہ کرو پ  
23 دن

صرف  
160,000  
روپے میں

رواگی 6 جون 2017ء ★ واپسی 29 جون 2017ء

### نمایاں خصوصیات

ڈائریکٹ فلائٹ سعودی ایئر لائن لاہور، جدہ، لاہور ☆ عمرہ ٹریننگ  
☆ فری ہینڈ کیری بیگ ☆ فری احرام اسکارف (خواتین) ☆ فری بیگ برائے سفری دستاویزات  
☆ فری ہوائی چیل ☆ فری زیارات ☆ مکہ ہوٹل 200 میٹر کبوتر چوک سے پہلے ☆ مدینہ 200 میٹر مرکزہ میں

دیدار مدینہ ٹورز اینڈ ٹریولرز پرائیویٹ لمیٹڈ

آفس نمبر 1 فیسٹ فلور 16-S-108/A مین راجپاہ روڈ توحید پارک داروغہ والا لاہور

0300-4101107  
0321-4133099

برائے رابطہ  
حافظ محمد اشرف قمر لاہور

شہاد مجید شیخ

0321-9483225  
0321-7778041  
0336-9385497

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے اہم اعلان

بارہ کتابیں مفت منگوائیں

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے مندرجہ ذیل بارہ کتابیں مفت زیر تقسیم ہیں۔

- ☆ پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنتیں
- ☆ خواتین سے متعلقہ مخصوص احکام و مسائل
- ☆ اصلاح عقیدہ کتاب و سنت کی روشنی میں
- ☆ ارکان اسلام کتاب و سنت کی روشنی میں
- ☆ طریقہ طہارت و صلوٰۃ کتاب و سنت کی روشنی میں
- ☆ آداب نماز اور خشوع و خضوع کی اہمیت
- ☆ تعارف اہل حدیث!
- ☆ استخراج کے احکام و مسائل
- ☆ بدعت کی حقیقت!
- ☆ دم ذریعہ علاج!
- ☆ احکام و مسائل رمضان المبارک
- ☆ مسائل زکوٰۃ قرآن و سنت کی روشنی میں

خواہشمند حضرات مبلغ پچاس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت منگوائیں:

اہل حدیث کے امتیازی مسائل پر مشتمل سات اشتہارات کا مدلل فورکرا اور خوبصورت مکمل سیٹ زیر تقسیم ہے۔ تمام مساجد کے منتظمین حضرات مفت منگوائیں اور فریم کروا کر مساجد میں آویزاں کریں۔ مسائل حقہ کی ترویج کا یہ مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ **نوٹ** فریم کروا کر آویزاں کرنے کا وعدہ آنا ضروری ہے۔

محمد حسین راہی مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور ضلع راجن پور پنجاب، پاکستان 0333-8556473

**ضلعی مرکز اہل تشیع**  
سیدک مسجد مسلم بازار رحیم یار خان  
برائے رابطہ:  
**0345-8404089**

فقید السقا 22,21,20,19,18,17,14  
**پہلی 7 روزہ جون**  
**قرآن و سنت کا نفرس**  
ان شاء اللہ  
ایمان افروز  
بعد نماز تراویح رات 10 بجے

**حافظ عبدالکریم (MNA)**

نیز پروفیسر ساجد میر صاحب

شیخ الاسلام، شیخ الاسلام، شیخ الاسلام، شیخ الاسلام، شیخ الاسلام، شیخ الاسلام، شیخ الاسلام، شیخ الاسلام، شیخ الاسلام، شیخ الاسلام

**قاری القرآن عابد**  
قاری محمد بنیامین عابد  
آف اوکاڑہ

**محمد یوسف پوری**  
حضرت مولانا محمد یوسف پوری  
آف پسرور

**محمد بنیامین**  
قاری محمد بنیامین بلوچ  
آف اوکاڑہ

**محمد اکرم**  
حضرت مولانا محمد اکرم شہزاد  
آف لہ

**محمد امین**  
مولانا محمد امین حیدری  
آف سعودی عرب

نوٹ: احتیاطی میں بیٹھنے والے تمام مرد و خواتین کی سحری و افطاری کا ذمہ مرکز ہذا کے ذمہ ہوگا۔

خواتین کیلئے پروئے کا خصوصی انتظام ہوگا۔

تمام خواتین و حضرات سے اپیل ہے  
اپنی حفاظتی کارڈ کی فوٹو کاپی ساتھ لے کر آئیں  
مناب: صومالیہ اخبار بیگ



بابائی عابد الخاق بابا جہ

ابا اہل و سہلا

ابا اہل و سہلا

ابا اہل و سہلا

شیخوپورہ کی عظیم قدیمی دینی دانش گاہ

شریف

عظیم الشان

شاہ

تقریب

ایمان افروز

بابائی عابد الخاق بابا جہ

ابا اہل و سہلا

ابا اہل و سہلا

ابا اہل و سہلا

بسم اللہ

تقریب اسناد

انعام

دارالعلوم محمدیہ اڈالاریاں شیخوپورہ

اندرون پرانا

17 مئی 2017

پہلے مغرب

بسم اللہ

تقریب اسناد

انعام

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

شیخ الحدیث عبدالرزاق صاحب

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

شیخ الحدیث عبدالرزاق صاحب

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

شیخ الحدیث عبدالرزاق صاحب

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

شیخ الحدیث عبدالرزاق صاحب

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

شیخ الحدیث عبدالرزاق صاحب

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

شیخ الحدیث عبدالرزاق صاحب

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان

عظیم الشان



Weekly **AHL- E - HADITH**

106, Ravi Road Lahore (54000)

E-Mail: weeklyahlehadith@yahoo.com

WEBSITE: www.ahlehadith.org

Head Office:

Tell. 042-37729933

Fax: 042-37725525

Weekly Ahl-e-Hadith

042-37720257

Paigham T.V:

042-37722876

CPL No  
116

# امام بخاری انسٹیشنل اسلامک یونیورسٹی

پاکستان کی سرزمین میں خوبصورت ترین کیمپس  
موترہ نہر سیالکوٹ

چانسلر امام بخاری یونیورسٹی

پروفیسر  
علامہ  
سید صاحب

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث  
پاکستان



گوجرانوالہ بورڈ سے الحاق شدہ

ایف اے  
بی اے  
آئی سی ایس  
بی ایس سی  
درس نظامی  
کیساتھ  
آئی کام  
بی کام

6 سالہ درس نظامی

(دولہ آباد، اسلام آباد، لاہور، کراچی، راولپنڈی، فیصل آباد، ملتان، گجرات، سندھ، بلوچستان، خیبر پختونخوا، آزاد کشمیر، گلگت بلتستان، پاکستان)

0305-6030922 رابطہ

الحزب کا بلج آف

آئس کامرس کمپیوٹر

امام بخاری انسٹیشنل اسکول  
کمپیوٹرس، آئس، درس نظامی

70% نمبر حاصل  
کرنے پر فری ایجوکیشن  
65% نمبر حاصل کرنے  
پر 50% ڈسکاؤنٹ  
مستحق طلباء کیلئے فری ایجوکیشن

پرنسپل پروفیسر

حافظ عتیق الرحمن صاحب

فاضل علوم شرعیہ، ایم فل علوم اسلامیہ  
ایم اے انٹش

## شعبہ حفظ احادیث

کیا آپ کے بیٹے نے پانچویں کلاس پاس کر لی ہے؟

تو آئیے چھٹی، ساتویں، آٹھویں کلاس کے ساتھ حفظ القرآن کی سعادت حاصل کریں۔

تجویزی قواعد کے ساتھ حفظ

آیت نمبر یاد کر کے اس کے ساتھ حفظ کا انتظام (دین طلباء کیلئے)

حفظ یاد کرنے کی گارنٹی + معیاری سکول کی تعلیم

- دینی اور عصری علوم کا حسین امتزاج
- تجربہ کار اور ہائی کوالیفائیڈ شاف
- جدید کمپیوٹر سائنس لیب
- کھیل کا وسیع میدان
- میس کی سہولت
- خوبصورت اور وسیع کیمپس
- ہیوی ڈیوٹی جزیئر کی سہولت
- ہفتہ وار ٹیسٹ سسٹم
- سوموار، جمعرات کا روزہ
- ہاسٹل کی سہولت
- سپورٹنگ انگلش و عربی ریگولر کلاس
- نماز فجر کے بعد تربیتی کلاس
- اساتذہ کی نگرانی میں سٹڈیز سرکل
- پاسنگ مارکس 50%
- فن خطابت میں مہارت کا خصوصی اہتمام
- سمسٹر سسٹم
- تہجد اور اشراق کا اہتمام

0336-4585261 / 0331-7273894 / 0301-6677701 / 052-6227307